جلد 14 شمارہ 9 اگست 2012ء رمضان 1433ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللہ

صداقت

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

منشور دعوت

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِی الأَرضِ إِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزقُهَا وَیَعلَمُ مُستَقَرَّهَا وَمُستَودَعَهَا کُلٌّ فِی کِتَابٍ مُّبِینٍ

(ھود۔6)

ترجمہ

زمین پر کوئی چلنے والا جاندار نہیں مگر اِسکا رزق اللہ کے ذمے ہے۔
وہ اس کے مستقل اور عارضی ٹھکانے کو جانتا ہے۔
سب کچھ کتاب روشن میں ہے۔

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

ماہنامہ
فلاحِ آدمیّت
گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوعِ انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

فلاحِ آدمیت

نگران وسرپرست
محمد صدیق ڈار
توحیدی صاحب
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0300-6493335

مدیر	احمد رضا خان 0321-6400942
نائب مدیر	سید رحمت اللہ توحیدی 0333-4552212
معاون مدیر	خالد محمود توحیدی 0300-7374750

مجلس ادارت

خالد مسعود، پروفیسر منیر احمد لودھی
ائیر کموڈور (ر) اعجاز الدین
پیر خان، عتیق احمد عباسی
ایم طالب، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر غلام شبیر شاہد

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سکینڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph:055-3862835/055-4005431
فیکس نمبر: +92-55-3736841 ای میل: info@toheedia.net

مزید تجاویز، آراء اور مضامین اس پتہ پر بھیجیں
فہد محمود بخاری وثیقہ نویس گلی نمبر 3 تھہیم کمرشل سنٹر پولیس لائن روڈ چوک کچہری ملتان

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے   سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

دِل کی بات

ماہ رمضان اپنے تمام تر فضائل کے ساتھ ایک بار پھر ہماری زندگی میں آیا ہے۔ یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں وہ لوگ جو رمضان المبارک سے بھرپور استفادہ کیلئے اپنی تمام تر کاوشیں صرف کر دیتے ہیں، دن بھر روزہ رکھ کر اپنے سارے امور بخوبی سرانجام دیتے ہیں جن کے دل اللہ کی یاد سے آباد رہتے ہیں، سستی اور کاہلی جن سے کوسوں دور رہتی ہے، جو روزہ کے مفہوم کو صرف کھانے پینے سے رُک جانے تک محدود نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ اپنے ظاہر و باطن کو ہر قسم کے مکروہات و منکرات سے روکے رکھتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے روزے کے بارے میں حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ "روزہ میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا۔" یہ تو روزہ دار کو اس طرزِ عمل کی جزا ہے جو اس نے روزہ کی حالت میں خود کو بہت سی باتوں سے روک کر اختیار کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ جب روزہ دار اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے سپرد کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ویسی ہی جزا دیتے ہیں جس کا اعلان اس حدیث قدسی میں ہوا ہے کہ "روزہ میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا ہوں۔" اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا ہی روزہ دار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اب کچھ بات اس پر کہ توحیدی رمضان المبارک کیسے گزارتے ہیں۔ ماہ رمضان المبارک میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں رائج ہفتہ وار حلقہ ذکر روک دیا جاتا ہے۔ افرادِ سلسلہ اپنے اپنے انداز سے رمضان المبارک کی ساعتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ راقم گزشتہ برس یہ دیکھنے کیلئے کہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی رمضان کیسے گزارتے ہیں، مرکز تعمیر ملت گیا۔ قبلہ بابا جان اپنے معمول کے مطابق برآمدے میں دفتر سجائے قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں نے یہ گمان کیا کہ رمضان میں تو قبلہ بابا جان قرآن پاک کے کافی سارے ختم کر لیتے ہوں گے۔ میرے جانے کے تھوڑی دیر بعد حال احوال اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری ہوا۔

اسی دوران میں نے دریافت کیا کہ بابا جان آپ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟ قبلہ بابا جان نے جوفرمایا اور اس سے جو میں سمجھا وہ یہ تھا کہ آپ کے معمولات میں وہی تسلسل اور نظم وضبط تھا جو عام دنوں میں ہوتا ہے۔اس میں جو اضافہ نظر آیا تو وہ شاید روزہ کے ساتھ دفتری اوقات میں قرآن پاک کی کچھ تلاوت کا تھا۔اس کے علاوہ اور کوئی ایسی بات نہ تھی جو عام دنوں سے منفرد ہو۔ وہی دفتری اوقات اور وہی آرام کا وقت کچھ بھی تو تبدیل نہ تھا۔

اگر دیکھا جائے تو رمضان المبارک میں یہ بہترین معمولات ہیں۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات پر عمل کرنے والے افراد جانتے ہیں کہ روزانہ ذکرنفی اثبات، ایک ہزار مرتبہ درود شریف، اور ذکر پاس انفاس کے ساتھ تلاوت قرآن پاک کا باقاعدہ اہتمام، سحر وافطار، اور نماز تراویح کے ساتھ اس انداز سے کرنا کہ دیگر مصروفیات ومعمولات زندگی کا تسلسل اور نظم وضبط بھی متاثر نہ ہو، اور جب انسان کے مدنظر معمولات میں ان کی تعداد سے کہیں زیادہ معیار ہو، تو یہ سب آسان نہیں ہیں مگر ان لوگوں کیلئے جو اللہ تعالیٰ کے قرب، لقاء، اور دیدار کے خواہشمند ہیں، ان کیلئے عشق ومحبت کے راستے پر یہ معمولات کچھ بھی دشوار نہیں بلکہ ذوق وشوق میں اضافہ کر کے آسان سے آسان تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔آمین!

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا یوم ولادت (۲۹ جولائی) بھی امسال ماہ رمضان کی بابرکت گھڑیوں میں آیا ہے۔ملتان، چوک اعظم اور لاہور کے علاوہ دیگر حلقہ جات نے خاص طور پر بانی سلسلہؒ سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے روزہ افطار سے قبل ختم قرآن، تعارف تعلیمات سلسلہ عالیہ توحیدیہ، اور ایصال ثواب کے حوالے سے مقامی سطح پر مختصر تقریبات کا اہتمام کیا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی محبت سے بھرپور کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہمیں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات پر کماحقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

یوم پاکستان (۱۴ اگست) بھی اس سال رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں آرہا ہے۔اللہ تعالٰی کے حضور پاکستان کی سلامتی، استحکام،اور خوشحالی کے ساتھ ساتھ پاکستانی عوام کو درپیش ہشت پہلو مشکلات اور آزمائشوں سے نجات اور درست سمت میں راہنمائی کیلئے خاص طور پر دعا فرمایئے۔اللہ تعالٰی پاکستان،اور پوری دنیا میں موجود اُمت مسلمہ پر اپنا خصوصی کرم فرمائے۔آمین!

والسلام!

احمد رضا خان

مدیر

عید مبارک

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ محمد صدیق ڈار صاحب اور ادارہ فلاح آدمیت کی طرف سے تمام قارئین کو پیشگی عید مبارک۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ماہِ رمضان میں صیام وقیام کا بہترین بدل عطا فرمائے اور عید کی حقیقی مسرتیں نصیب فرمائے۔آمین

یوم پاکستان ۱۴ اگست مبارک ہو۔

درسِ قرآن سورۃ النساء

سید قطب شہیدؒ　　(ترجمہ: مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی)

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيعًا عَلِيمًا (148)
إِن تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَن سُوءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا (149) إِنَّ الَّذِينَ
يَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ
بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا (150) أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا
وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (151) وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ
مِّنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (152)

تعمیر اورارتقائے انسانی کا عمل:

قرآن کی آیات نازل ہو رہی تھیں اوران کے نزول کے ساتھ ہی ایک اُمت برپا ہو رہی تھی اور اسلام عرب کے پستی میں پڑے ہوئے لوگوں کو اٹھا کر اوجِ کمال تک پہنچا رہا تھا اورانہیں اخلاقی زوال سے نکال کر سیرت و کردار کی بلندیوں تک پہنچا رہا تھا۔ان سے ایک ایسی جماعت تیار کر رہا تھا جس کو آگے چل کر پوری بنی نوع انسان کی قیادت و سیادت کے فرائض سنبھالنے تھے اورانسانیت کی تاریخ میں سیادت ملی اور قیادت قومی کے ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا۔تعمیر وارتقائے انسانی کے اس عمل میں بنیادی عامل انسانوں کی انفرادی سیرت و کردار کی تعمیر اور معاشرے کی اجتماعی واخلاقی تطہیر تھی۔

انسانوں کی اس جماعت کی قرآن نے ایسی تعمیرِ سیرت کی اوران کو حسن کردار کے ایسے مقام بلند تک پہنچایا کہ وہ تمام انسانیت پر فائق ہو گئے اوراللہ کے دین اور اس کے نازل کردہ منہاجِ زندگی کے نگہبان بن گئے اورگمراہ انسانیت کے لئے نور وہدایت کے بہم پہنچانے کا ذریعہ

اور وسیلہ قرار پائے۔اُمتِ مسلمہ کی اس اوّلین جماعت کوانہی خصائص کی بناء پر بنی نوع انسان کی سیادت اور قیادت عطاء ہوئی اور اسی فطری سیادت اور قیادت کے لازمی نتائج کی صورت میں وہ پوری دنیا میں تہذیب وتمدن، علم وفن، معیشت اور سیاست کے امام ومقتدا قرار پائے۔افراد ہوں یا جماعتیں سنت اللہ یہی ہے کہ سیرت و کردار پہلے ہے اور قیادت و سیاست بعد میں ہے۔ چوتھے پارے کا آغاز بھی سیرت سازی اور فرد اور اجتماع کی تطہیر (Purification) سے ہورہا ہے

"اللہ کو پسند نہیں کسی کی برائی کی بابت ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو، اور اللہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے، اگر تم اعلانیہ نیکی کرو یا چھپا کر کرو یا کسی کا قصور معاف کردو تو اللہ (خود بھی) بڑا معاف کرنے والا ہے اور ہر بات پر قادر ہے"۔

انسانی معاشرہ بے حد حساس ہوتا ہے اور لازمی ہے کہ معاشرہ میں ایسے اجتماعی آداب مروّج ہوں جو اس حساسیت سے ہم آہنگ ہوں۔کیونکہ جب کوئی انسان کوئی برجستہ بات کہہ دیتا ہے اور کسی طرح کا کوئی اظہارِ خیال کر دیتا ہے تو اس وقت اسے احساس نہیں ہوتا کہ اس کی یہ بات پورے اجتماع پر کس طرح اثر انداز ہوگی۔اور یہ کہ یہ بات صرف اس شخص تک محدود نہیں رہے گی جو اس کا مخاطب ہے بلکہ اگر کوئی ناگوار اور ناپسندیدہ بات کہی گئی تو وہ پورے معاشرے پر اور اس کے اخلاق و روّایات پر اپنے برے اثرات مرتب کرے گی۔زبان سے بُری بات کا برملا اظہار بڑا آسان ہے اور اس حرکت سے اجتناب اسی وقت ممکن ہے جب انسان کا ضمیر بیدار ہو اور اللہ کا خوف نفس میں جاگزیں ہو۔

اگر برائی اور بُری باتوں کا کھلم کھلا اظہار ہوتا رہے تو یہ انسانی ضمیر کیلئے تباہ کن ثابت ہوگا اور لوگوں کا معاشرہ پر اعتماد اٹھ جاتا ہے اور لوگ سمجھنے لگتے ہیں کہ شر پورے معاشرے پر غالب آ چکا ہے اور نفس میں پوشیدہ برائی کی فطرت کو ابھرنے کا موقع مل جاتا ہے۔کیونکہ انسان دیکھتا ہے کہ برائی معاشرے پر چھا چکی ہے اس لئے تحرز اور اجتناب کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اسطرح وہ لوگ بھی مائل بشر ہوجاتے ہیں جو پہلے برائی سے اس لئے بچتے تھے کہ برائی معاشرہ کا چلن نہیں تھی اور جس قدر انسان برائی کی جانب بڑھتا جاتا ہے اس کے ذہن میں اس کی شدّت ،اس کی نفرت اور اس کی ناپسندیدگی کم ہوتی جاتی ہے، اور جو باتیں پہلے سخت ناپسند تھیں وہ گوارا معلوم ہونے لگتی ہیں۔ان سے تلذز حاصل ہونے لگتا ہے۔

برائی کا افشاء:

برائی کا افشاء اور اظہار کی ان قباحتوں پر مستزاد یہ کہ جن پر برائیوں کی تہمت ہوتی ہے جو بسا اوقات برائی سے بَرّی ہوتے ہیں ان پر ظلم ہوتا ہے جب بُری باتیں پھیل جاتی ہیں تو برائی کا افشاء اظہار کرنے والوں کے ساتھ اچھے اور نیک لوگ بھی ہدف بن جاتے ہیں اور نیکوکار اور فاجر مخلط ہوجاتے ہیں۔برائی ایسی آسان ہوجاتی ہے اور طبیعتیں اس سے اس قدر مانوس ہوجاتی ہیں کہ نفسیاتی اور اجتماعی حیا ختم ہوجاتی ہے اور برائی کی جانب قدم بڑھانے اور اس کا زبان سے اظہار کرنے کی جھجک جاتی رہتی ہے۔

برائی کے اظہار و بیان کا آغاز لوگوں کو برا بھلا کہنے اور ان پر تہمتیں لگانے سے ہوتا ہے لیکن اس کا اختتام اجتماعی اور اخلاقی انحلال پر ہوتا ہے اور ایک ایسی فضاء جنم لے لیتی ہے جس سے لوگوں کے بارے میں اندازے غلط ثابت ہونے لگتے ہیں اور ایک دوسرے پر اعتماد ختم ہونے لگتا ہے نتیجہ یہ کہ تہمتوں کا بازار گرم ہوجاتا ہے اور زبانیں ان کو بڑی سُرعت ادا کرنے لگتی ہیں۔انہی ساری خرابیوں کی بناء پر اللہ تعالٰی نے مسلم جماعت کے درمیان بری باتوں کی اشاعت کو ناپسند فرمایا اور صرف اس قدر اجازت دی کہ جس پر ظلم ہوا ہو ظالم کو برے کلمہ سے اس حد تک متصف کرسکتا ہے جس حد تک اس پر ظلم ہوا ہو۔"اللہ کو پسند نہیں کہ کسی کی برائی کی بات ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو" یہ واحد صورت ہے جس میں مظلوم شخص ظالم کے برے وصف کو بیان کرسکتا ہے اور اسے برا بھلا کہہ سکتا ہے اور اس پر الزام و تہمت عائد کرسکتا ہے تا کہ وہ اس کی زیادتی سے بچے

ظلم کو دور کرے اور اپنی ذات سے ہونے والی برائی کو دور کرے! تا کہ معاشرے کو معلوم ہو کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون؟۔ اور معاشرہ مظلوم کی دادرسی اور ظالم کی گرفت کر سکے۔ اور ظالم اپنے برے انجام سے ڈرے اور اسے دوبارہ ایسی نا انصافی اور ظلم کے ارتکاب میں تامل ہو۔ یعنی برائی کا یہ برملا اظہار ایک خاص شخص کی جان سے روا ہے یعنی وہ شخص جو ہدف ظلم بنا ہے اور صرف ایک متعین شخص کے بارے میں بدگوئی درست ہے یعنی ظالم! اور اس کی بدگوئی سے جو خیر برآمد ہوگی یعنی مظلوم کی دادرسی اور ظالم کو ظلم سے باز رکھنا ہی اس کا جواز ہوگی۔

اسلام لوگوں کی اچھی شہرت اور ان کی عزت کا تحفظ کرتا ہے جبکہ ظالم اس کا مستحق نہیں اس لئے جب وہ ظلم کرتے تو اس کے بارے میں کلمہ سوء منہ سے نکلنا درست ہے۔

غرض اسلام عدل و انصاف کے بروئے کار اور اخلاق ارتقاء کے جاری رہنے کو ہم آہنگ بنا دیتا ہے کہ اسلام نہ ظلم کی اجازت دیتا ہے اور نہ چاہتا ہے کہ انسان کی نفسی اور اجتماعی حیاء کے چہرے پر کوئی داغ آئے۔

چنانچہ اس بیان کے فوراً بعد قرآن فرماتا ہے "اور اللہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے" تا کہ بدگوئی کی ممانعت اور ایک خاص صورت میں اس کی اجازت کا معاملہ اللہ سے متعلق ہو جائے کیونکہ ہدایت کا آغاز ہی اللہ کی جانب نسبت سے ہوا تھا کہ "اللہ پسند نہیں کرتا"

اور اب اس ہدایت کا اختتام بھی اس پر ہو رہا ہے کہ "اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے" تا کہ انسانی نفس میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ انسان جو بھی اچھا برا کلمہ زبان سے نکالتا ہے اللہ اس کو سننے والا اور جس نیت سے اس کا اظہار کرتا ہے اللہ اسے جاننے والا ہے۔

ایک ایجابی خیر کی جانب توّجہ:

قرآن حکیم نے تربیت کے اس مرحلے میں ایک سلبی ہدایت پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ایک عام ایجابی خیر کی جانب بھی توّجہ دلائی اور ہدایت کی جس کے ساتھ کوئی برائی ہوئی وہ اسے

معاف کرے کہ معاف کرنا اللہ کی صفت ہے حالانکہ اللہ کو گرفت کی بھی پوری قدرت حاصل ہے تا کہ جس حد تک ممکن ہو مومنین اخلاقِ الٰہی سے متصف ہوں ۔

"اگر تم کھول کر کرو کوئی بُرائی یا اس کو چھپاؤ یا معاف کرو بُرائی کو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف کرنے والا، بڑی قدرت والا ہے"۔

اسطرح قرآنی منہاجِ تربیت مومن فرد اور مومن جماعت کو تربیت کے ایک اور بلند تر مقام کی جانب لے جاتا ہے.....پہلے یہ تعلیم ہوئی کہ اللہ کو بدگوئی اور برائی کا کھلم کھلا اظہار پسند نہیں بعد ازاں اس میں اس قدر اجازت دی گئی کہ اگر مظلوم طلب انصاف کیلئے ایسا کرے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کے فوراً بعد تربیت کا یہ بلند ترین مقام بیان ہوا کہ اگر مظلوم درگزر اور معاف کردے تو یہ زیادہ بہتر ہے اور اس صورت میں معاف کردے جبکہ اس میں بدلہ لینے کی قدرت ہو، کیونکہ اگر قدرتِ انتقام نہیں تو عفو نہیں ہے.....قدرتِ انتقام ہوتے ہوئے معاف کردینا پاکیزہ اور بلند سیرت کا اعلیٰ تر مقام ہے۔

عفو و درگزر کی نیکی اگر برملا اور علی الاعلان ہو تو اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے معاشرہ میں نیکی کی روش پروان چڑھے گی۔ اور اگر یہ نیکی درپردہ ہو تو یہ تربیتِ نفس میں مفید اور کارآمد ہوگی۔ مزید یہ کہ یہ عفو درگزر قدرت ہونے کے باوجود ہو اور عاجزی اور کم ہمتی سے نہ ہو اور اس احساس پر ہو کہ باوجود قدرت کے معاف کردینا حق تعالیٰ کی صفت ہے۔

"اللہ بھی معاف کرنے والا ہے اور بڑی قدرت والا ہے"

بعد ازاں اہلِ کتاب کا ذکر ہوتا ہے اور ایک مرحلہ میں یہود کا ذکر ہوتا ہے اور دوسرے مرحلے میں عیسائیوں کا بیان ہوتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ یہودی بدگوئی کے مرض میں مبتلا تھے اور ان کے اس مرض سے انبیاء بھی محفوظ نہ رہے کہ انہوں نے مریم اور عیسیٰ علیہ السلام پر تہمتیں لگائیں اور ان پر بہتان باندھے۔

یہود کی افتراء پردازیوں اور بدگوئی کی عادت کے بیان سے یہ سلسلہ کلام آغاز کی اوّلین دو آیات سے مربوط ہوجاتا ہے۔اور یہ تمام بیان اس معرکہ اور کشمکش کا ایک حصہ ہے جس سے جماعت مومنین مدینہ منورہ میں گزر رہی تھی جس کی ایک جھلک اس سورۃ کے آغاز میں ذکر ہوچکی ہے اور جس کا بیان سورۃ بقرہ اور سورہ آلِ عمران میں ہوا ہے ۔قرآن کریم اس مضمون کو اسطرح بیان کرتا ہے کہ "جولوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں بعضوں اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب اور جولوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا اس میں سے کسی کو ان کو جلد دے گا ان کے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان"۔

یہود صرف اپنے انبیاء پر ایمان لائے اور عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کی رسالت سے انکار کیا، نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا دینے کے علاوہ انہی کی نبوت پر ایمان لائے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو نہیں مانا ۔قرآن یہود و نصاریٰ دونوں کا رد کر کے بتاتا ہے کہ ایمان باللہ اور ایمان باللہ کا اصل اور جامع اسلامی تصور کیا ہے؟ یہ تصوّر یہ ہے کہ رسولوں کے مابین کوئی فرق نہیں ہے بلکہ اس پر ایمان لانا لازم ہے اسلئے کے تمام انبیاء ورسول ایک ہی طریقہ زندگی **الــدیــن** لے کر مبعوث ہوتے رہے، یہی دین مقصود ومطلوب ہے اور یہی دین اللہ کی وحدانیت کے مطابق اور اس کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ کی توحید اور اس کی یکتائی خود اس امر کی متقاضی ہے کہ اس کی جانب سے مختلف ادوار میں انبیاء اور رسول جو دین حق لے کر مبعوث ہوتے رہے ہیں وہ بھی ایک ہو۔اور جو رسول اللہ کے اس دین (اسلام) کو لیکر مبعوث ہوتے رہے ہیں وہ سب ایک کلمہ کے داعی اور طرز حیات کے پیغامبر ہوں۔اسلئے رسولوں کے سلسلے کے ایک ہونے کا انکار درحقیقت اللہ کی وحدانیت کا انکار ہے اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی دعوت کے تسلسل کے

بارے میں تصور کی غلطی اللہ کے دین اور اس کے منہاج کے فہم کا نقص ہے۔ یعنی چونکہ حق تعالیٰ ایک ہے اور اس کی یکتائی اور ربوبیت میں کوئی تغیر نہیں ہے اس لئے اس کا دین بھی ایک ہے اور اس میں کوئی تغیر نہیں۔

اللہ اور رسولوں کے درمیان فرق کہ اللہ پر ایمان ہو اور رسولوں پر ایمان نہ ہو، یہ بھی کفر ہے اور یہ بھی کفر ہے کہ بعض رسولوں کو مانا جائے اور بعض کو نہ مانا جائے۔ غرض اللہ اور رسولوں کے درمیان تفریق اور رسولوں کے مابین تفریق درحقیقت اللہ اور اس کے رسولوں سے انکار ہے کیونکہ توحید الٰہی کی طرح ایمان بھی ایک وحدت ہے کہ ایمان باللہ کا مفہوم اللہ کی وحدانیت پر ایمان ہے۔ اور اس کی وحدانیت کا مقتضا یہ بھی کہ جو دین اس نے پوری بنی نوع انسان کیلئے مقرر کیا ہے وہ ایک ہی ہو۔ کیونکہ اس کی اساس ایک ہے اور اس کی وحدانیت ہی کا یہ بھی مقتضاء ہے کہ اس نے جتنے رسول مبعوث کئے ہیں سب کا مقصدِ بعثت اور مطلوبِ دعوت ایک ہی ہو۔ اس لئے اس وحدت میں فرق پیدا کرنا کفر ہے۔ خواہ یہ لوگ سمجھتے رہیں کہ وہ بعض انبیاء پر تو ایمان لائے اور ان لوگوں کی سزا خدا کے یہاں دردناک ہے۔

مسلم کون ہیں:

"مسلم" وہ ہیں جن کا تصور جامع اور مکمل ہے کہ وہ اللہ پر بھی ایمان لاتے ہیں اور اس کے تمام رسولوں پر بھی۔ ان کے نزدیک اللہ کے بھیجے ہوئے تمام رسول برحق ہیں وہ ان کے مابین کوئی تفریق نہیں کرتے اور ان کے نزدیک اللہ کی جانب سے آنے والے تمام ادیان برحق ہیں اور ان کے جن امور میں تحریف نہیں ہوئی ہے وہ سب منزل من اللہ ہیں۔ اور اللہ کے مقرر کردہ **الـدّیـن** کا ایک حصہ ہیں کیونکہ یہ الدّین، سارا ایک وحدت اور اکائی ہے کیونکہ ایک اللہ کی جانب سے نازل ہوا ہے اور اللہ نے اپنے بندوں کیلئے زندگی گزارنے کا ایک ہی طریقہ متعین کیا ہے اور اس نے جس قدر رسول اور انبیاء مبعوث کئے ہیں وہ سب اسی منہاج زندگی کی تعلیم دینے

آئے اورانہوں نے اسی ایک صراط مستقیم کی جانب دعوت دی۔اوراسی طرح حضرت آدمؑ سے لیکرحضرت محمدﷺ تک جملہ انبیاءایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں اوران پر ہردو میں ایمان لانے والےایک ہی قافلہ ایمان کےافراد ہیں اورامت مسلمہ اس ساری امانت کی آخری وارث ہےاور اس دین اسلام کےسوا جوکچھ بھی ہےوہ محض گمراہی اور ضلالت ہے۔اسلام کےسوااللہ تعالٰی کسی طریقہ زندگی پرراضی نہیں اوراس لئےمسلم ہی وہ گروہ ہیں جواپنے اعمال پراجر کے مستحق ہیں اور جوان کےاعمال میں کمی رہ جائے اللہ اپنی مغفرت اوررحمت سےان کی تلافی کرنے والا ہے۔ "ان کوجلد دےگاان کےثواب اوراللہ بخشنے والااورمہربان ہے"۔اسلام نےاللہ کی توحیداور سولوں کی اس وحدت کےعقیدے پر اسلئے زوردیا ہے کہ درحقیقت توحید ہی بندے کےاپنے معبود کےتصور کی صحیح اساس ہےاوریہی وہ بنیاد ہےجس پرعابد بغیرتعدداورتصادم کےاپنے معبود کاتصور کرتا ہے،یہی عقیدہ دراصل انسان کےلئےموزوں ہےکہ انسان جب کائنات پرنظرڈالتا ہےتو اسے ہرجانب کثرت میں وحدت نظرآتی ہے۔یہی تصورایسا ہےجس سے ایمان لانے والےتمام افراداپنے آپ کوایک ہی جماعت کےافرادتصورکرسکتے ہیں۔جوایک وحدت بن کر کفرکےمتفرق اورمنتشراحزاب کےکھڑی ہو۔لیکن مومنین کی صف میں وہ افرادشامل ہیں جو محرف اعتقادرکھتے ہیں اگرچہ ان کےمذاہب کی اصل،آسمانی دین ہو،اس صف کےافرادتمام کےتمام وہ ہیں جوایمان صحیح اورعقیدہ صحیح پرقائم ہیں۔جس میں کسی تحریف کاگزرتک نہیں ہوا۔

<u>اسلئے اسلام ہی وہ الدین ہےجس کواللہ تعالٰی نےپسند فرمایا ہےاورمسلم ہی وہ بہترین گروہ ہیں جنہیں اقوام عالم کی رہنمائی کیلئے برپا کیا گیا۔وہ مسلم جوصحیح علم وفکرکی بنیاد پرکامل ایمان لایاہو۔وہ نہیں جومسلمان کےگھرمیں پیدا ہوگیا ہےجس نےمحض زبان سےکلمہ اسلام کہہ لیا ہو۔</u>

توّجہ (خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

توّجہ ایک قوت یا برقی کرنٹ ہے جو ایک دل سے نکل کر محض خیال اور ارادے سے دوسرے کے دل میں پہنچ جاتی ہے جتنا بڑا کوئی بزرگ ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کے قلب میں اس طاقت کا ذخیرہ ہوتا ہے اور وہ اتنے ہی زیادہ مریدوں کو بہ یک وقت توجہ دے سکتا ہے بات دراصل یہ ہے کہ جب کوئی مرید ٹھیک طرح پاس انفاس اور نفی اثبات کرتا ہے اور کبیرہ گناہوں سے بچتا اور اخلاق کو پاکیزہ بنالیتا ہے تو اس کے دل میں شیخ کی توجہ کو محسوس اور قبول کرنے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے ۔اس لئے اگر کسی مرید کو عرصہ تک توجہ کا اثر محسوس نہ ہو تو اس کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ شیخ بے پرواہی کر رہا ہے بلکہ یہ خیال کرنا چاہئے کہ یہ اس کا اپنا قصور ہے وہ ذکر اور نماز وغیرہ میں کمی کرتا ہے یا اخلاق کا تزکیہ مناسب حد تک نہیں کیا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب شیخ کسی کو طالب یا مرید بناتا ہے تو اسی دن سے اس کے قلب پر توجہ کرنا یعنی اپنے قلب کی برقی قوت کا اثر ڈالنا شروع کر دیتا ہے لیکن یہ اثر طالب یا مرید کو اس وقت تک محسوس نہیں ہوتا جب تک اس کا دل دنیا کی گندگیوں سے ایک حد تک پاک نہ ہو جائے ۔دل کے پاک ہوتے ہی طالب یا مرید شیخ کی توجہ کا اثر قبول اور محسوس کرنے لگتا ہے اب رفتہ رفتہ وہی برقی طاقت جو شیخ کے دل میں بھری ہوئی ہے اس طالب یا مرید کے دل میں بھی پیدا ہونے لگتی ہے اور جیسے جیسے اس کا قلب دنیوی مکروہات ،خواہشات اور فکر و آلام سے پاک ہو جاتا ہے یہ طاقت بڑھتی جاتی ہے اس طاقت کا احساس اس طرح ہوتا ہے کہ ابتداء میں تو دل میں ایک قسم کا سکون اور ابتسام پیدا ہو جاتا ہے پھر ایک قسم کا سرور پیدا ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی قلب میں ایک گرمی سی محسوس ہوتی ہے جو کبھی محسوس ہوتی ہے اور کبھی جاتی رہتی ہے لیکن رفتہ رفتہ دل میں قائم ہو جاتی ہے یا یوں کہو کہ دل اس گرمی میں قائم النار ہو جاتا ہے جب یہ حرارت دل میں قائم ہو جاتی ہے تو اس شخص کو ہر وقت ایک ناقابل بیان لطف وسرور اور نشہ سا محسوس ہوتا ہے جو بڑھتے بڑھتے ایک قسم کی بے خودی اور سرمستی تک پہنچ جاتا ہے۔

جب یہ طاقت اس حد تک پہنچ جائے تو اب یہ شخص بھی دوسروں کو اسی طرح توجہ دے سکتا ہے جیسے کبھی خود شیخ سے لیا کرتا تھا یا اب بھی لیتا رہتا ہے ہر آدمی جس میں یہ حرارت زیادہ ہو کم حرارت والے کو یہ حرارت پہنچا سکتا ہے اسی کو فیض دینا کہتے ہیں۔ یہ فیض صرف بزرگوں ہی سے نہیں بلکہ مردہ بزرگوں اور پیغمبروں کی ارواح سے بھی لیا جاتا ہے۔ یہ کوئی خیالی چیز نہیں بلکہ ایک جیتی جاگتی طاقت ہے جو نہ صرف دل بلکہ بدن کے روئیں روئیں پر اثر انداز ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

توجہ سے بڑے کام لئے جا سکتے ہیں اوّل تو یہی کہ شیخ مرید کے قلب میں یہ طاقت پیدا کر دیتا ہے اسی طاقت کو جذب بھی کہتے ہیں اور جب تک کسی سالک کے دل میں جذب پیدا نہ ہو جائے وہ نہ سلوک طے کر سکتا ہے نہ بزرگ بن سکتا ہے دوسرے یہ کہ توجہ کے ذریعے مریدوں کی اصلاح بڑی جلدی اور آسانی سے ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ ذکر باقاعدہ کرتے ہوں اور شیخ سے ان کی عقیدت راسخ ہو۔ وہ اصلاح اس طرح ہوتی ہے کہ شیخ جب یہ معلوم کر لیتا ہے کہ فلاں مرید میں فلاں نقص یا عیب ہے تو وہ اپنے قلب سے توجہ کی کرنٹ مرید کے دماغ پر ڈالتا ہے اور ساتھ ہی یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اس عیب کو چھوڑ دے! کچھ دنوں میں مرید واقعی اس عیب کو چھوڑ دیتا ہے اس میں یہ ضروری نہیں کہ مرید شیخ کے سامنے ہی ہو فاصلہ کی کوئی قید نہیں۔ ہزاروں کوس کے فاصلے پر بھی اسی طرح اصلاح کی جا سکتی ہے۔

شیخ کو اسی طاقت کے ذریعے مریدوں کے بہت سے اعمال و افعال کا پتہ بھی لگ جاتا ہے اور جب کسی مرید کے دل میں بدعقیدگی یا شیخ سے کوئی سوئے ظن پیدا ہو جائے تو وہ بھی شیخ کو معلوم ہو جاتا ہے۔ یہ اس طرح ہوتا ہے کہ جب شیخ کسی مرید کے دل و دماغ پر توجہ کرتا ہے تو بیچ میں ایک رکاوٹ سی حائل ہو جاتی ہے اور برقی کرنٹ واپس آ جاتی ہے اور ساتھ ہی وہ تمام خیالات جو اس بدعقیدہ مرید کے دماغ میں ہیں شیخ کے دماغ میں پیدا ہو جاتے ہیں جیسے کہ ٹیلی ویژن کی تصویروں کا عکس سینکڑوں ہزاروں میل کے فاصلے پر دکھائی دیتا ہے اسی طرح مرید کے خیالات منعکس ہو کر شیخ کے دماغ پر منقوش ہو جاتے ہیں۔

توجہ کئی طرح کی ہوتی ہے کسی کی توجہ نہایت لطیف ہوتی ہے، کسی کی کثیف اور کسی کی گندی اور غلیظ ہوتی ہے۔ یہ فرق صرف اخلاق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس کا اخلاق جتنا اچھا ہوتا ہے یعنی جو شخص جتنا نرم مزاج ہوتا ہے اور جس میں نفرت اور غصہ جتنا کم ہوتا ہے اتنی ہی توجہ لطیف ہوتی ہے اتنی لطیف کے بہت سے مریدوں کو تو مدت تک محسوس بھی نہیں ہوتی۔ حالانکہ وہ برابر اپنا کام کرتی رہتی ہے یہ توجہ سب سے اچھی ہوتی ہے۔ اس کی مثال اس ہلکی پھلکی پھوار اور بارش کی سی ہے کہ جب وہ زمین پر گرتی ہے تو آواز تک نہیں آتی لیکن سارا پانی زمین میں جذب ہو جاتا ہے ایک قطرہ بھی ضائع نہیں جاتا۔ ایسی توجہ جس قلب پر پڑتی ہے۔ اس کو ہلکا پھلکا سرور اور لطف آتا ہے لیکن کثیف توجہ سے لطف و سرور نہیں آتا بلکہ قلب میں ناگواری گرمی اور بوجھ سا محسوس ہوتا ہے۔ غلیظ توجہ کثیف سے بھی بدتر ہوتی ہے یہ جس قلب پر پڑے اس میں سخت جلن پیدا ہو جاتی ہے۔ دل پر دھکا سا لگتا ہے دماغ بھاری ہو جاتا ہے۔ جی متلانے لگتا ہے یہاں تک کہ بعض آدمیوں کی توجہ سے منہ کڑوا ہو جاتا ہے ناک اور منہ سے خون جاری ہو جاتا ہے یا خون کی قے آنے لگتی ہے۔ جس کی توجہ ایسی ہو سمجھ لو کہ اس کا اخلاق نہایت گندہ ہے تزکیہ اخلاق اس نے بالکل نہیں کیا۔ اس میں غصہ، نفرت، کینہ، حسد اور دوسرے عیب کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔

شیخ سلسلہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب نے توجہ کے ضمن میں فرمایا!

توجہ لینے کیلئے یہ خیال کریں کہ آپکا مرشد آپ کے سامنے بیٹھا ہے اس کی صورت کا نظر آنا ضروری نہیں اسلئے تصور نہیں کہا بلکہ خیال کہا ہے جیسے ہم ہوا کے بارے میں خیال کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے اردگرد موجود ہے اگرچہ نظر نہیں آتی اسی طرح مرشد کا خیال کر کے یہ نقشہ قائم کریں کہ اس کے سینہ سے ایک سفید رنگ کی نورانی شعاع جس میں گرمی بھی ہے (ویلڈنگ لائٹ کی طرح) مرشد کے سینہ سے نکل کر آپ کے سینے میں داخل ہو رہی ہے اور آپ کا دل اسے اپنے اندر جذب کر رہا ہے۔ توجہ دینے کیلئے الٹ خیال کرنا ہے کہ آپ کا دل اللہ کی محبت کا جنریٹر ہے اس سے نور کی لائٹ یا کرنٹ نکل کر سامنے بیٹھے یا دور بیٹھے بھائی کے سینے میں داخل ہو رہی ہے۔ آپ ایک ٹرانسفارمر کی طرح یہ قوت آگے تقسیم کر رہے ہیں۔

انسان ،قرآن اور ماہ رمضان

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

جب تک انسان کی حقیقت اور اس کی زندگی کا مقصد معلوم نہ ہو دین اسلام کے احکام کی حکمت اور اہمیت اچھی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتی۔قرآن کریم کے مطالعہ سے انسانی زندگی کی جو حقیقت سامنے آتی ہے۔وہ یہ ہے کہ اس کی ابتدا مادی دنیا سے نہیں ہوتی اور نہ ہی موت اس کا انجام ہے۔تمام انسانوں کی ارواح روز ازل ہی وجود میں آ گئی تھیں۔اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مطابق اپنی اپنی باری پر اس دنیا میں آ کر جلوہ گر ہوتیں اور مقررہ مدت بسر کرنے کے بعد واپس چلی جاتی ہیں۔قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا علم عطا فرما کر ملائکہ پر فضیلت عطا فرمائی لیکن ابلیس نے اس کی برتری تسلیم نہ کی اور اسے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔وہ نسل انسانی کا دشمن بن گیا اور اس کو صراط مستقیم سے ہٹانے کیلئے اپنی ذریت، لاؤلشکر اور تمام حربوں سے لیس پوری طرح مصروف عمل ہے۔اللہ نے حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا کو کچھ عرصہ کیلئے جنت میں رکھا تا کہ ان کی ارواح اپنی منزل سے آشنا ہو جائیں۔اللہ نے انہیں واضح طور پر ایک درخت سے دور رہنے کا حکم فرمایا لیکن ابلیس نے انہیں نافرمانی پر اُکسایا۔ابلیس نے خود بھی اللہ کے واضح حکم کے باوجود سجدہ نہیں کیا تھا اور منطقی دلائل پیش کرنے کی وجہ سے مردود ہو گیا۔اس نے ان دونوں کو بھی مختلف دلائل دینے شروع کئے اور ساتھ ہی قسمیں کھا کر اپنی خیر خواہی کا یقین دلا کر فریب دینے میں کامیاب ہو گیا۔لیکن ابلیس کے برخلاف جو اپنی غلطی پر اکڑ گیا آدم علیہ السلام نے ندامت کا اظہار کیا اور اللہ سے سیکھے ہوئے کلمات کے ذریعے سے مغفرت طلب کی اور اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔اس سے واضح ہو گیا کہ ازلی اور پیدائشی گناہ کا نظریہ درست نہیں ہے۔آدم علیہ السلام کو زمین کی خلافت عطا کرنے کیلئے ہی پیدا کیا گیا تھا۔اس لئے انسان کو اس مادی دنیا میں کسی جرم کی سزا بھگتنے کیلئے نہیں بلکہ اللہ کی عطا کردہ گوناگوں

اہلیتوں کے اظہار اور اپنی شخصیت کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ عالم ارواح ہی میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے قیامت تک آنے والی تمام ارواح کو نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا پختہ عہد لے لیا تا کہ مادی دنیا کی بھول بھلیوں، عالم اسباب کے پردوں، نفس کی سرکشی اور سفلی لذت میں انہماک کی وجہ سے کوئی انسان اس وہم اور گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ میں بالکل آزاد اور اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ نہ کوئی میرا آقا اور رب ہے اور نہ ہی میں کسی کے سامنے اپنے اعمال کیلئے جوابدہ ہوں۔ یا پھر اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں کسی کو اپنا رب بنا کر ظلم عظیم کا مرتکب ہو جائے۔ قرآن وضاحت کرتا ہے کہ یہ عہد اس لئے لیا گیا "تا کہ کوئی انسان روز قیامت یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔ اور نہ ہی یہ بہانہ بنا سکے کہ آباؤاجداد کی گمراہی کی وجہ سے میں حقیقت کو نہ جان سکا"۔ اگر چہ یہ عہد عام انسانوں کو شعوری طور پر ہرگز یاد نہیں لیکن روح کی گہرائیوں میں موجود ہے۔ اور مرنے کے بعد جب مادے کے حجابات اُٹھ جائیں گے تو پھر سب کچھ یاد آ جائے گا۔ حیات ارضی میں انسان کے طرز عمل اور اس کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار اس عہد الست کو تسلیم کر لینے یا اس سے انکار کر دینے پر ہے۔ اللہ کی بے پایاں رحمت نے اس عہد پر ہی اکتفا نہ فرمایا بلکہ آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے سے پہلے فرما دیا کہ "میری طرف سے تمہیں ہدایت اور راہنمائی آتی رہے گی۔ جو اس پر چلیں گے نہ ان کو کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ میری آیات کو نہیں مانیں گے اور جھٹلائیں گے تو وہ لوگ آگ کے عذاب کے مستحق ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے"۔ (البقرہ۔ 39,38)

اس مادی زندگی کی تربیت گاہ میں ہر چیز انسان کی سہولت اور خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اولادِ آدم کا فرض منصبی اور خلافت ارضی کا یہ تقاضا ہے کہ ان تمام چیزوں کو زیر نگیں کر کے اپنی اہلیت کو ثابت کر دے۔ اس جدوجہد ہی میں اس کی روح کی ترقی اور شخصیت کی تکمیل کا راز بھی پوشیدہ ہے۔ اسلام مادی دنیا سے بیزاری اور رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ اسے تسخیر کر کے آگے ہی آگے بڑھنے اور اللہ کو اپنی منزل بنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

کمال ترک نہیں آب و گِل سے مہجوری
کمال ترک ہے تسخیر خاکی و نوری

لیکن جوانسان متاعِ دنیا کوسب کچھ سمجھ کراس تربیت گاہ سے ہی دل لگا لے اور اللہ کے رسولوں کی یاددہانی کے باوجودبھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہ لائے وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائے گا۔اب اس کی نگاہوں سے نہ صرف زندگی کا مقصداوجھل ہوجائے گا بلکہ اپنی ذات کی حقیقت سے بھی بیگانہ ہوجائے گا۔ایساانسان سفلی جذبات کی تسکین اور مادّی لذّات کے حصول میں غرق ہوکرحیوانوں کی سطح پر گر جاتا ہے۔حالانکہ انسان کی فلاح اس امر میں ہے کہ دنیا کی نعمتوں سے بھرپوراستفادہ کرتے ہوئے بھی اس کی محبت میں مبتلا نہ ہو کیونکہ ساری خرابی دنیوی زندگی کواُخروی زندگی پر ترجیح دینے میں ہے۔حضور نبی کریمﷺ کا بھی فرمان ہے حب الدنیا راس الخطیئہ" یعنی دنیا کی محبت ہی ساری خرابیوں کی جڑ ہے"سب سے زیادہ محبت انسان کواپنے اللہ سے کرنی چاہیے۔جواس کا معبوداورمحبوب ہے۔سورۃ البقرہ آیت 165 میں ارشادہوا کہ"جولوگ ایمان والے ہیں وہ تواللہ سےشدیدمحبت کرتے ہیں"۔

صرف اس طرزفکرہی سےانسان ماسواءاللہ کےخوف سےنجات پاکرحقیقی آزادی اور اشرف المخلوقات کےمقام پرفائزہوسکتاہے۔علامہ اقبالؒ نےفرمایا:۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اگرانسان اس حقیقت کوتسلیم کرلے کہ میرامالک، آقااوررب اللہ تعالی ہے۔اس نے موت وحیات اورزمین کی ساری نعمتیں میری تربیت اورآزمائش کیلئےتخلیق فرمائی ہیں۔مجھےاللہ کےپاس واپس لوٹنا ہے۔جہاں مادی دنیا میں میری کارکردگی کی مناسبت سے مجھےجزاءیاسزاملے گی۔تو وہ مومن یعنی حقیقت کو مان لینے والا کہلوائے گا۔اب اسے اپنی منزل کی فکر دامنگیر ہوجائے گی کہ کس طرح بھرپور دنیوی زندگی بسر کرتے ہوئے اور اپنی تخلیقی اہلیتوں کو

بروئے کارلاتے ہوئے دنیا کے منفی اثرات سے بچ کر اللہ کے قرب کی منزل کی طرف رواں دواں رہ سکے۔اس جذبہ کوتقویٰ کا نام دیا جاتا ہے۔اگر چہ اس کے معنی خوف ڈراور پرہیز گاری کے بھی ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ اللہ کی محبت کی کشش کے معنی بھی اس میں پوشیدہ ہیں۔آپ آسانی کی خاطر تقویٰ کو''فکر منزل'' کہہ لیں۔یہ فکر جس قدر قوی ہوگی اتنا ہی ایک مومن ان خواہشات،لذات اوراعمال سے بچنے کی کوشش کریگا جو اسے اللہ کی یاد سے غافل کردیں وہ اس جدو جہد میں لگ جائے گا کہ زندگی اللہ کی منشاء کے مطابق گزارے تا کہ اس کے قرب اور رضا کا مقام حاصل کر سکے۔اس طرح بنی نوع انسان دو بنیادی گروہوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں۔اللہ کی الوہیت،رسولوں کی رسالت اور یوم آخرت کا انکار کرنے والے کفار کی ملت اور ان حقائق کو مان کر اللہ کی حاکمیت کے سامنے سرتسلیم خم کرنے والے مسلمانوں کی ملت۔اللہ کے نظام کے تحت کفار کی حمایت کرنے ،انہیں اندھیروں کی طرف لیجانے ،ان کے برے اعمال کو اپنے فریب سے خوشنما بنا کر دکھانے اور عذاب دوزخ کی طرف لے جانے والے شیاطین کی فوجیں موجود ہیں۔اس طاغوتی لشکر کا سر کردہ ابلیس ہے۔اس کے برعکس اہل ایمان کی راہنمائی کرنے اور انہیں کفرو شرک کے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جانے والے رسولوں کا مبارک گروہ ہے۔جس کے سردارو سالار حضور ابد قرار،کالی کملی والی سرکار احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ ہیں۔مزید برآں اللہ تعالیٰ خود مومنوں کا مولا حمائتی اور مدد گار ہے۔اللہ اوراس کے فرشتے اہل ایمان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جانے کیلئے ان پر رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں۔(الاحزاب 42:)

''اللہ تعالیٰ کے عرش کو اُٹھانے والے اوراس کے گرد جو فرشتے ہیں وہ اللہ کی تسبیح کرتے اور اہل ایمان کیلئے دُعائیں کرتے رہتے ہیں۔کہ اے اللہ مومنین کی مغفرت فرما انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل فرما۔اور جو ان کے باپ دادا اور انکی بیویوں اور اولاد میں سے نیک ہوں ان کو بھی جنت میں داخل فرما''۔(سورہ المومن 8,7)اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین پر کس قدر رحیم ہیں اوراپنی رحمت سے ان کی مغفرت کیلئے کیا کیا انتظامات کر رکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ کے انسانوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالنے، ان کی زندگی کی غرض و غایت سے آگاہ کرنے اور اپنے قرب کی طرف لے جانے والی سیدھی راہ کی نشاندہی کرنے کیلئے حضور خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر گذشتہ تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی، قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہدایت مہیا کرنے والی اور کامل ترین نظام حیات پیش کرنے والی کتاب ''القرآن'' نازل فرمائی۔ اس کتاب کی فصاحت و بلاغت، اس کا انداز تبشیر و تنذیر، اس میں اللہ کی الوہیت اور ربوبیت پر دیے گئے ناقابل تردید دلائل، اس میں بیان کردہ قصص و امثال، گذشتہ اقوام و ملل کے حالات اُخروی زندگی کی حقیقت اور اس میں پیش آنے والے واقعات، نیکوکاروں اور مجرموں سے کئے جانے والے معاملات کی تفصیل اپنے اندر غافل دلوں اور خوابیدہ ضمیروں کو بیدار کرنے اور سینوں کو منور کرنے کے ہزارہا سامان لئے ہوئے ہے لیکن اِس سے صحیح راہنمائی اور ہدایت حاصل کرنے کیلئے سب سے بنیادی شرط تقویٰ کا ہونا ہے۔ <u>جسے اپنے رب سے ملاقات ہونے کا یقین ہی نہ ہو اس میں صراط مستقیم معلوم کرنے کی طلب بھلا کیونکر ہو سکتی ہے۔ ہر شے کی قدر و قیمت طلب ہی سے متعین ہوتی ہے۔</u>

اگرچہ انسانی تاریخ، فلسفہ، نفسیات، طبعیات، فلکیات اور روحانیات کے غیر مسلم علماء بھی اس کے مطالب و معنی کی گہرائی اور وسعت جان کر حیران و ششدر رہ جاتے اور اپنے اپنے علمی مقام کے مطابق اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کا اصل مقصد بنی نوع انسان کو ہدایت مہیا کرنا ہے اور اسے وہی حاصل کر سکتا ہے جس کے اندر تقویٰ، فکر منزل اور ذوق پرواز ہو گا۔ جو شخص اس جذبہ سے خالی ہو اس کا علم خواہ کتنا ہی متنوع اور وسیع ہو کر قرآن کی حقیقی روح سے نا آشنا اور اس سے فیضیاب ہونے سے محروم رہے گا۔ اس کتاب سے ہدایت کا اکتساب تقویٰ کے معیار کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسے جیسے ایک مومن میں تقویٰ بڑھتا چلا جاتا ہے ویسے ویسے قرآنی اسرار و رموز اور اسلام کی حقانیت کیلئے اس کا سینہ کھلتا چلا جاتا ہے۔

اِس سے یہ امر روشن ہو کر سامنے آ گیا کہ قرآنی ہدایت اور تقویٰ میں ایک خصوصی ربط و تعلق ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا اور ترقی کرتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی روشنی میں اس کا جواب یہ ہے کہ اس خیر و خوبی کے مصدر کی خشتِ اول اسلامی طرزِ حیات کا راہنما اصول کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے۔ یعنی انسان سچے دل سے یہ حقیقت تسلیم کر لے۔ کہ میرا معبود اور حاکم اللہ ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان کی اطاعت اور اتباع ہی میں میری دنیوی اور اُخروی فلاح ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کا بنیادی پیام اور انبیا کی تعلیم کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور یوم آخرت پر ایمان لا کر موت کے بعد والی حقیقی اور ابدی زندگی کو دنیا کی عارضی زندگی پر ترجیح اور فوقیت دینا ہے۔ اِن عبادات کی ادائیگی سے ایک مومن اپنا قلبی تعلق متاعِ دنیا سے توڑ کر اللہ کی ربوبیت کا زبانی اقرار اور عملی اظہار کرتا رہتا ہے۔ مثال کے طور پر نماز ہی کو لے لیں جسے حضورؐ نے دین کا ستون اور جنت کی کنجی فرمایا ہے۔ اس کے ذریعے سے مومن تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اپنے گھر، اہل و عیال، کاروبار، ملازمت اور جسمانی راحت و آرام کی محبت کو توڑتا رہتا ہے۔ تا کہ یہ تعلق پختہ ہو کر خسران کا باعث نہ بن جائے۔ وہ متاعِ غرور اور بتانِ وہم و گمان سے اپنا رشتہ منقطع کر کے اللہ کے حضور اپنا سرِ نیاز خم کر کے یہ ثابت کر دیتا ہے کہ اِسکی وفاؤں کا قبلہ اور محبت کا مرکز صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کی بابرکت ذات ہے۔ اِسی طرح زکوٰۃ اور حج بھی مال و زر، اہل و عیال اور ارض وطن کی محبت کو مطلوبہ اعتدال پر لانے اور اللہ سے اپنا تعلق بڑھانے کے وسائل ہیں۔

قرآن کی سورۃ توبہ کی آیت نمبر 111 میں ارشاد ہوا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے اموال اور ان کی جانیں جنت کے بدلے خرید لئے ہیں" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث مبارکہ بھی ہے کہ "تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنی خواہشات کو اس کے تابع نہ کر لو جو میں لایا ہوں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ اور ایمان کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ بندہ اپنی تمام خواہشات کو اپنے رب کی رضا کے ماتحت کر دے۔ اس معیار کے حصول کیلئے نفس کے

سرکش گھوڑے کو اطاعت کی مضبوط لگام دینا اور مادی لذات کی محبت کو منقطع کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہ اہم مقصد ایک مربوط اور پراز حکمت تربیتی نظام کا تقاضہ کرتا ہے۔ چنانچہ اسی غرض کیلئے مومنین پر روزے فرض کئے گئے اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا کہ "اللہ کی طرف سے یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ گذشتہ تمام اُمتوں کو بھی نفس کی اصلاح کر کے تقویٰ کو تقویت دینے کیلئے یہی کارگر نسخہ عطا کیا گیا تھا۔ اِنسانی نفس کی یہ فطرت ہے کہ فاقے سے کمزور اور مضمحل ہو کر اپنی درندگی اور بہیمیت سے رُک جاتا ہے اور اس کی اس حالت سے فائدہ اُٹھا کر اسے اللہ کی اطاعت اور بندگی کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ درندوں کو سرکس میں مختلف کرتب دکھانے کی تربیت دینے کیلئے بھی پہلے انہیں کئی کئی دن بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے اور پھر اپنی خوراک تک پہنچنے کیلئے مطلوبہ کرتب کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس لئے مومنین کو یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ روزے کا مقصود بھوکا پیاسا رہنا نہیں بلکہ نفس کی اصلاح کرنا ہے۔ اس لئے اس مقصد کو شعوری طور پر پیشِ نظر رکھتے ہوئے، بھوک کی حالت میں جسم کے تمام اعضاء اور نفس کی خواہشات کو احکام الٰہی کا پابند بنا کر روزے سے حقیقی فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ حضورﷺ کی اس حدیث کا مصداق ہم بن جائیں جس میں آپﷺ نے فرمایا کہ "کئی روزہ دار ایسے ہونگے جنہیں روزے سے بھوک پیاس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا"۔

آخر میں ان حکمتوں اور برکتوں کا ذکر کرنا ہے جو ماہ رمضان ہی کو ماہ صیام قرار دینے میں ہیں۔ یہ سبھی جانتے ہیں کہ انسانوں کو ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کے نزول کا شرف ماہ رمضان کو عطا ہوا۔ جس کی وجہ سے یہ مہینہ ہمیشہ کیلئے خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا حاصل بن گیا ہے۔ اس مہینہ کی ایک خاص رات لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کی انفرادیت سے نوازا گیا۔ بعض روایات کے مطابق گذشتہ آسمانی کتابیں بھی اسی ماہ مبارک میں اتاری گئی تھیں۔ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہوتے ہیں۔ اسی لئے حضورﷺ نے اسے خاص طور پر اللہ کا مہینہ فرمایا ہے۔ اللہ کی رحمت سے اس میں برائی کے اثرات کم اور نیکی کے

ثمرات کئی گنا زیادہ کر دیئے جاتے ہیں۔جہنم کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔اس لئے نفس کو زیر کر کے روحانی قوتوں کو ترقی دینے یعنی تقویٰ کو فروغ دینے کیلئے اس ماہ سے بہتر مہینہ اور کونسا ہو سکتا تھا۔اس لئے ہماری سہولت کیلئے اللہ رحیم و کریم نے ماہ رمضان ہی کو ماہ صیام قرار دے دیا تا کہ اس کی رحمتیں اور برکتیں بھی ہماری معاون بن جائیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے قرآن نازل فرمایا لیکن اس نور سے استفادہ تقویٰ کی عدم موجودگی میں ممکن ہی نہیں چنانچہ قرآن کریم کے شروع میں فرمادیا گیا کہ اس کتاب میں متقین کیلئے ہدایت ہے۔اِسی مناسبت سے قرآن کے نزول والے بابرکت مہینہ ہی کو تقویٰ کی ترقی کیلئے مخصوص فرمادیا گیا۔اِسی لئے پورے عالم اسلام میں اس ماہ کے دوران کثرت کے ساتھ قرآن کی تلاوت اور سماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔تاکہ روزے سے حاصل ہونے والی روحانی صلاحیت کی بدولت مومنین پر قرآن کی حقانیت روشن سے روشن تر ہوتی چلی جائے اور اسلام ان کے دلوں میں گھر کر جائے اور پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو کر اللہ کے انعام و اکرام کے حقدار بن جائیں۔

ماہ صیام کی تربیت اگر پورے اہتمام اور ظاہری اور معنوی لوازمات کی کامل پابندی کے ساتھ مکمل کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ سال کے باقی گیارہ مہینوں میں اس کے اثرات قائم نہ رہیں اگر کبھی تقویٰ میں کمزوری محسوس ہونے لگے تو نفلی اور سنت روزہ سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ روزہ ایک ڈھال ہے۔تو مومن کو چاہیے کہ اپنے حقیقی دشمن یعنی شیطان کے حملوں کو روکنے کیلئے اس دفاعی ہتھیار کو پوری قوت اور شدت سے استعمال بھی کرے۔جب بھی شیطان کی طرف سے کسی حرام کام کے ارتکاب کیلئے دل میں وسوسہ پیدا ہو تو مومن کو چاہیے کہ ماہ رمضان کے دوران ضبطِ نفس کی تربیت کو یاد رکھے۔یہی لمحہ مومن کے ایمان اور تقویٰ کے امتحان کا ہوتا ہے۔جو مومن بندہ ماہ رمضان میں اپنے رب کے حکم پر روزے کے دوران حلال رزق اور جائز جنسی خواہشات سے بھی اپنے آپ کو روک لیتا ہے۔اس کیلئے کسی حرام فعل کا

ارتکاب یا اللہ کی معصیت سے اپنے آپ کو باز رکھنا تو آسان تر ہوتا ہے۔ایسے ہی کردار کے حامل لوگ متقین کہلاتے ہیں۔اور آخرت میں جنت کی نعمتیں بھی متقین کے لئے ہی وقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو رمضان المبارک کی برکتوں سے کامل طور پر مستفیض فرما کر متقین اور مقربین میں شامل فرمائے۔آمین!

نظم

حسنینؓ کریمین کی عید (غلام یٰسین شاہ)

سایہ دامان چاہیے جو نبی تھوڑا مجھے
میں نہ چھوڑوں آپ کو گر آپ نے چھوڑا مجھے

عید کے دن مصطفیٰ سے یوں لگے کہنے حسینؓ
سبز جوڑا دو حسن کو سرخ جوڑا دو مجھے

بن سواری میں نہ جاؤں گا عید نماز کو
نانا جی جنت سے منگوا دیجئے گھوڑا مجھے

ہنس کر نبی جی نے فرمایا میرے کاندھے پر چڑھو
ننھے ننھے ہونٹوں سے کہتے چلو گھوڑا مجھے

زلف میری تھام لو گر چاہیے تجھ کو لگام
میں ادھر مڑ جاؤں گا تم نے جدھر موڑا مجھے

باباجی قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کا خط

بنام محمد شعیب کھیڑا (ملتان)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور پوری امت مسلمہ کو رمضان شریف کی برکتوں رحمتوں سے نوازے اور سب کی نمازیں، روزے، کثرت ذکر، کثرت تلاوت، صدقات اور اعتکاف قبول فرمائے۔ سب کے دلوں میں تقویٰ پیدا فرمائے تا کہ ہم اللہ اور اس کے حبیب کی اطاعت میں زندگی گزارنے والے بن جائیں۔ آمین! اسطرح سے معاشرہ پاک اور ملک ترقی کر سکتا ہے۔

ساری عبادات ذکرو اذکار اور مجاہدوں سے مقصود یہ ہے کہ انسان کا اخلاق قرآن کریم کے میعار کے مطابق ہو جائے۔ یہی بزرگی اور ولایت ہے اسلئے سب بھائیوں کو چاہیے کہ قرآن کریم کی تلاوت بلا ناغہ کریں اور اس کا غور سے پڑھیں اور اپنے آپ کو حضور نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق ڈھالنے کی جدوجہد کریں۔ کیونکہ آپ ﷺ کا اخلاق قرآن کریم کے عین مطابق تھا۔ آپ چلتا پھرتا قرآن تھے۔ قرآن ناطق تھے۔ علامہ اقبال کے اس شعر کا یہی مطلب ہے۔

یہ راز کسی کو معلوم نہیں کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں قرآن

آپ اپنے احباب کو حلقہ کی تعلیم کا تعارف کروائیں اور ذکر کی محفل میں شامل ہونے کی ترغیب دیں تو انشاءاللہ العزیز بھائی شامل ہو جائیں گے انسانوں کو اللہ کی طرف دعوت دینا، اس کی راہ پر لگانا سب سے بڑی نیکی ہے۔ حلقہ توحیدیہ اسلئے قائم کیا گیا ہے تا کہ مسلمان بھائیوں کے دلوں کی اصلاح روحانی توجہ اور فیض سے کی جائے اور انہیں کثرت ذکر کی تعلیم دی جائے تا کہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کا چراغ روشن ہو جائے۔

زندگی کا حاصل (قرآن)

(مولانا محمد یوسف اصلاحی)

آپ مصنف ہوں یا محقق، طالب علم ہوں یا استاد، ادیب ہوں یا شاعر، مقرر ہوں یا مفکر، سائنس دان ہوں یا صنعت کار، عالم ہوں یا صوفی، جج ہوں یا وکیل، کچھ بھی ہوں یہ یقین کر لیجئے کہ اگر آپ نے قرآن حکیم نہیں پڑھا ہے تو آپ علم سے محروم ہیں۔ آپ علم کی چاشنی سے لابلد ہیں اور آپ کو ابھی علم کا سرا ابھی نہیں ملا ہے۔ علم کا سرچشمہ قرآن ہے۔ علم کی شاہ کلید قرآن ہے وہ شخص یقیناً علم سے محروم ہے جو قرآن سے محروم ہے۔ قرآن ہی سے آپ کو حقیقت کا سراغ مل سکتا ہے۔ قرآن ہی آپ کی علمی پیاس بجھا سکتا ہے۔ قرآن ہی آپ کے ذوق علم کی تسکین کر سکتا ہے اور اگر آپ کلام کے جوہر شناس ہیں تو قرآن ہی آپ پر کلام کے جوہر آشکارا کر سکتا ہے۔

قرآن سے شغف زندگی کا حاصل ہے۔ اس میں غور وفکر انسانیت کی معراج ہے اور اسکی روشنی میں اپنی شخصیت کی تعمیر سعادت و خوش بختی کا راز ہے۔ اس سے ہدایت حاصل کرنا دانشمندی اور اسکی ہدایت پر چلنا کامیابی کی ضمانت ہے۔ اس خوش نصیب کی قسمت پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے جسے اللہ نے قرآن پاک کا شغف بخشا ہے، اسے پڑھنے، سننے اور اس میں غور وفکر کا موقع عنایت فرمایا ہے اور یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ اس کی روشنی میں اپنی شخصی، خاندانی سماجی اور ملکی زندگی کی تعمیر کرے اور اسی طرح اس محروم کی زندگی پر جتنا افسوس کریں کم ہے۔ جسے اللہ نے سوجھ بوجھ عطا فرمائی، پڑھنے لکھنے کا موقع عنایت فرمایا لیکن پھر بھی وہ قرآن کے علم سے محروم ہے اور اگر اسے اپنی محرومی کا احساس بھی نہیں ہے تو خون کے آنسوؤں سے بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

قرآن عجیب وغریب کتاب ہے اور روئے زمین پر یہی ایک کتاب ہے جسے حقیقت میں کتاب کہا جا سکتا ہے۔ ہر حیثیت سے یہ کامل اور مکمل ہے اور اپنے موضوع پر جامع، مستند اور حرف آخر ہے آپ دنیا کی کوئی کتاب پڑھیں کسی فن کا مطالعہ کریں۔ بے شک آپ کی معلومات

میں کچھ اضافہ ہوگا۔ کچھ دماغی اور ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ ہوگا۔ کچھ فنی اصول وضوابط معلوم ہوں گے۔ کسی قدر سوجھ بوجھ سے کام لینے کے آپ عادی ہوجائیں گے لیکن آپ کا دل بدل جائے، آپ کی شخصیت بدل جائے، آپ کے اندر منظم اور کامل انقلاب آجائے، آپ کی زندگی کی قدریں بدل جائیں، آپ کے فکر ونظر کے زاویے بدل جائیں، ترک واختیار کے معیار بدل جائیں، آپ کی زندگی کا رُخ بدل جائے تو یہ کام دنیا کی کوئی کتاب نہیں کرسکتی۔ یہ کمال قرآن کو حاصل ہے۔

دراصل زندگی کے بگاڑ یا بناؤ کا دارومدار دل پر ہے۔ شخصیت کی تعمیر ہو یا تخریب، اس معاملہ میں دل کا عمل ہی فیصلہ کن ہوتا ہے۔ دل اگر صحت مند ہے تو پوری زندگی صحت مند ہے۔ دِل کا رُخ صحیح ہے تو زندگی کا رخ صحیح ہے اور اگر دل کا رخ غلط ہے تو پوری زندگی کا رخ غلط ہے دل ہی جذبات کی آماجگاہ ہے وہی اِرادوں کا مخزن ہے اور ہر اقدام کا فیصلہ دل ہی کی دنیا میں ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: سنو! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ سدھر جاتا ہے تو پوری شخصیت سدھر جاتی ہے۔ اور جب بگڑ جاتا ہے تو پوری شخصیت بگڑ جاتی ہے۔ سن لو! یہ ٹکڑا دل ہے۔ دل کی یہ اہمیت نگاہ میں رکھیے اور یہ بات بھی ذہن میں تازہ کرلیجئے کہ روئے زمین پر دل سے خطاب کرنے والی اور دل کو موضوع بنانے والی اور دل کی اصلاح کا نشانہ بنانے والی کتاب صرف قرآن ہے۔

قرآن براہ راست دل کو چھوتا ہے، دل پر اثر انداز ہوتا ہے دل کی گرہیں کھولتا ہے دل کی آنکھیں روشن کرتا ہے اور دل کی دنیا میں انقلاب لاتا ہے انسان کے اندر کو بدلتا ہے اور دھیرے دھیرے اس کتاب کی عظمت و ہیبت کا دل پر ایسا سکہ جمتا ہے کہ تلاوت کے وقت دل لرزنے لگتا ہے، آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے آدمی خود کو کسی دوسری دنیا میں محسوس کرتا ہے۔

پھر جس قدر آپ کا شغف اس کتاب سے بڑھتا جائیگا آپ کا رُوّاں رُوّاں اس یقین کی حلاوت محسوس کرے گا کہ شغف کے لائق اگر کوئی کتاب ہے تو وہ صرف قرآن ہے اور جسے اللہ نے علم و ہدایت کا ذوق بخشا ہے اس کا دل پکارے گا کہ مطالعہ کے لائق اگر کوئی کتاب ہے تو وہ

صرف یہی کتاب ہے۔ کس قدر عبرت ناک ہے اس شخص کی نادانی جسے اللہ نے سوجھ بوجھ اور علم و فن کا ذوق بخشا ہے اور پھر بھی اس کا محبوب مشغلہ تلاوت قرآن کے سوا کچھ اور ہے.....

دنیا کی یہ زندگی چند لمحوں کی زندگی ہے، جو صرف ایک ہی بار ملتی ہے۔ چھن جانے کے بعد پھر کبھی نہیں ملتی۔ جو شخص اس مختصر وقفہ کو سچے موتی حاصل کرنے کے بجائے بے قیمتی سنگریزوں کے بٹورنے اور ان سے کھیلنے میں ضائع کرتا ہے اسکی نادانی کا کوئی ٹھکانا ہے؟

اگر اب تک آپ نے یہ عجیب و غریب انقلابی کتاب نہیں پڑھی ہے تو اس سانحہ پر خون کے آنسو بہانے سے بھی افسوس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ دیر نہ کیجیے اگلے لمحے کی کچھ خبر نہیں۔ طے کر لیجیے کہ یہ کتاب آپ کو پڑھنا ہے۔ پڑھنے کا حق ادا کرنا ہے اور پھر یکسوئی کے ساتھ اسکی تلاوت میں لگ جایئے۔ یہ آپ کی روح کو گرمائے گی۔ آپ کے ضمیر کو جھنجھوڑے گی۔ آپ کے دل سے خطاب کرے گی اور خاموشی سے آپ کے دل میں بات اتارے گی کہ آپ کیا ہیں؟ آپ کا آغاز کیا ہے، آپ کا انجام کیا ہے، آپ دنیا میں کیوں آئے ہیں؟ یہ دنیا کیا ہے؟ اس کا بنانے والا کون ہے؟ اس سے آپ کا کیا تعلق ہے۔ اس مختصر زندگی میں آپکو کیا حاصل کرنا ہے کیوں حاصل کرنا ہے۔ آپ کی حقیقی منزل کیا ہے؟ آپ اپنی منزل پر کامیابی کے ساتھ کیسے پہنچ سکتے ہیں۔

قرآن پاک صرف رہنمائی اور تعلیم کا فریضہ ہی انجام نہیں دیتا بلکہ وہ اپنی تعلیم اور رہنمائی پر کاربند ہونے کی داخلی قوت بھی فراہم کرتا ہے۔ اپنی حقیقتوں کو جذب کرنے کی توانائی بھی بخشتا ہے۔ اپنی تعلیمات پر جمنے، ان تعلیمات کے مطابق عملی زندگی بنانے کا جذبہ بھی پیدا کرتا ہے۔ عزم و حوصلہ بھی دیتا ہے اور برابر آگے بڑھتے رہنے کے لئے مسلسل آمادہ بھی کرتا ہے۔ قرآن منزل بھی دکھاتا ہے، منزل تک پہنچانے کیلئے رہنمائی بھی کرتا ہے۔ اپنی رہبری میں منزل تک پہنچاتا بھی ہے۔ اور منزل تک پہنچنے کے لئے داخلی قوت اور توانائی بھی بخشتا ہے۔ یہ خوبی قرآن کے علاوہ دنیا کی کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ مگر یاد رکھیے! قرآن سے کچھ لینے کے لئے اپنے

آپ کو مستحق بنائے بغیر آپ کچھ نہیں لے سکتے اور اس کی تلاوت کا حق ادا کیے بغیر آپ اس سے کچھ نہیں پا سکتے۔ کچھ پانا تو درکنار اگر آپ اس کی تلاوت لاپرواہی اور جذبہ اطاعت کے بغیر کسی اور مقصد کے لئے کرتے رہے تو یقین کریں کہ آپ عظیم ترین گھاٹے کی طرف رواں دواں ہیں۔ آپ ہدایت کی راہ پر نہیں ہیں بلکہ ہدایت سے برابر دور ہو رہے ہیں۔ آپ کے دل کی آنکھیں برابر بے نور ہو رہی ہیں اور آپ ایک عظیم دولت کو ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے بڑے دیوالیے بن گئے ہیں۔ کتنی عبرتناک ہے اس بدنصیب کی موت جو چشمہ شیریں کے کنارے کھڑے کھڑے پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر جان دے دے۔

اگر اللہ نے آپ کے ہاتھ میں قرآن دے دیا ہے تو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اللہ آپ پر بہت مہربان ہے، اس نے اپنی سب سے بڑی نعمت جس کا بوجھ کائنات کی کوئی بڑی سے بڑی مخلوق بھی برداشت نہیں کر سکتی آپ کو عطا کر دی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے (الحشر ۵۹:۲۱) اپنی عظمت کا احساس کیجیے کہ اللہ نے آپ کو کتنی عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ آپ کو قرآن دے کر رحمت، ہدایت، شفا، نجات، فلاح، کامرانی، فوز عظیم سب کچھ حاصل کرنے کا یقینی ذریعہ اس نے آپ کے ہاتھوں میں دے دیا ہے۔ اب یہ آپ کے ظرف، طلب اور کوشش کی بات ہے کہ آپ اس سے کیا حاصل کرتے ہیں۔

قرآن پاک سے جن لوگوں نے واقعی اپنی زندگی کو سنوارا ہے اور قرآن کی تلاوت اور اس سے شغف کا حق ادا کیا ہے قرآن میں جگہ جگہ ان کے دلکش کردار کی ایمان افروز جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔ قرآن پاک کو بار بار پڑھنے اور اپنی روح کو گرمانے کی ضرورت ہے اور جب آپ اس کردار کا کوئی پرتو اپنی زندگی میں پائیں تو اللہ کا شکر ادا کریں اور اپنی کوشش کو اور تیز کر دیں۔

رمضان برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ

(خالد محمود توحیدی)

اسلام کے تیسرے اہم رکن **روزہ** کے لئے قرآن میں **صوم** کا لفظ آیا ہے جس کے معنی اپنے آپ کو روکنے یا ضبطِ نفس کے ہیں یعنی اپنے آپ کو حدودِ خداوندی کے اندر رکھنا۔ صائم کے معنی ہیں اپنے آپ کو غلط راستوں سے روکنے والا۔ اپنے آپ پر ضبط رکھنے والا اور اصطلاح میں اس کے معنی صبح سے رات تک خورد و نوش اور جنسی اختلاط سے باز رہنے کے ہیں۔ مقصد اس سے مومنین کو سپاہیانہ زندگی کا خوگر بنانا ہے۔ رمضان کے روزے، اپنی روح کے اعتبار سے سالانہ عسکری ٹریننگ کا کورس ہے اس لئے کہ اسلام میں ہر مسلمان سپاہی ہوتا ہے۔

رمضان کا مہینہ عبادات کا مہینہ ہے۔ جس میں مومنین کی طرف سے اپنے ربّ کو تجدید محبت کے پیغام بھیجے جاتے ہیں۔ انکساری، عاجزی، جسمانی اور عملی عبادت کے نذرانے اسکی طرف روانہ کیے جاتے ہیں۔ گویا عبادت پر ٹوٹ پڑنے کا مہینہ ہے۔ عظیم الشان اجر عطا ہوتا ہے تھوڑی محنت پر بڑی عزت افزائی کی جاتی ہے۔ اس ماہ مبارک میں اللہ ربّ العزت کی جانب محبت اور عظمت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے انسانی قلوب میں بارگاہِ الٰہی کے حضور میں ایسی کشش اور محبت پیدا ہوتی ہے جو دلوں کے زنگ کو دور کر کے صاف ستھرا کر دیتی ہے۔ اس رحمتوں و برکتوں کے سیزن میں انسان شیطانی تسلط سے نجات پانے اور رحمانی قوتوں کے ساتھ تعلق جوڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس مہینے میں جہاں اللہ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے وہاں انسانیت کے لئے خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

اس ماہ مبارک میں بھرپور فائدہ اٹھانے کیلئے ضروری ہے کہ حضور ﷺ و صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ سے لیکر اب تک اولیاء اللہ کے طرزِ فکر و عمل کو مدنظر رکھا جائے۔ جنہوں نے اس ماہ کا حق

ادا کر کے بھرپور انداز میں برکتیں ورحمتیں لوٹیں۔اس مہینے کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت تیسرا اور آخری دوزخ کی آگ سے آزادی ہے گویا رمضان المبارک کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے والے بھی تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں اس لئے اللہ نے اس ماہ کو تین حصوں میں تقسیم کردیا پہلا طبقہ ان افراد کا ہے جو نیک ہیں، ہمیشہ تقویٰ وطہارت کی زندگی بسر کرتے ہیں جیسے ہی لغزش کا ارتکاب ہوجاتا ہے اسی وقت توبہ و استغفار کرتے ہیں اللہ کے ایسے بندوں پر رمضان کی پہلی رات سے ہی اللہ کی رحمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔دوسرا طبقہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو متقی تو نہیں ہوتے یعنی درمیانی درجے کے لوگ ہوتے ہیں جو رمضان کے ابتدائی حصہ میں روزوں اور دوسرے اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی حالت کو بہتر اور خود کو رحمت ومغفرت کے لائق بنا لیتے ہیں تو درمیانی حصے میں ان کی مغفرت اور معافی کا فیصلہ فرمادیا جاتا ہے۔تیسرا طبقہ جو اپنے نفسوں پر ظلم کر چکے ہوتے ہیں اور اپنی بداعمالیوں کے وجہ سے جہنم کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں وہ رمضان کے پہلے اور درمیانی حصے میں عام مسلمانوں کے ساتھ روزہ رکھ کر اپنی سیاہ کاریوں کی کچھ تلافی کر لیتے ہیں اور آخری عشرہ میں اللہ رب العزت ان کی بھی نجات کا فیصلہ فرمادیتے ہیں گویا رمضان کے فائدے اُمت کے ہر طبقہ کے لئے ہوگئے۔اب کوئی بدنصیب شخص ہی ایسا ہوگا جو رمضان کا مہینہ پائے اور اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کر کے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ ٹھہرائے اور اللہ کا مقرب بندہ نہ بن جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ماہ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں شیطان زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور ھاتف غیبی پکارتا ہے، اے بھلائی کے طلب گارو! آگے بڑھو اور بدکارو تم باز آؤ۔گمراہوں کو مزید گمراہی میں دھکیل دیا جاتا ہے۔بہت سے لوگ جہنم سے آزاد کیے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ ہر شب میں رہتا ہے۔مزید مومنین کی نیک اعمال کی توفیق بڑھا دی جاتی ہے۔جب وہ زیادہ عبادت کرتے ہیں تو ان پر رحمت کا سایہ بھی بڑھ جاتا ہے۔انوار وبرکات کا نزول بڑھ جاتا ہے۔تھوڑا عمل زیادہ مقبول ہوجاتا ہے۔

اس ماہ میں نفل کا درجہ فرض کے برابر اور فرض کا درجہ غیر رمضان کے مقابلہ میں ستر فرضوں کے برابر ہو جاتا ہے۔مومن کا رزق آسان اور سہولت کے ساتھ بڑھا دیا جاتا ہے۔ دل پوری طرح اپنے خالق حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔سالکین کے دلوں میں ترک ماسوائے اللہ کی عملی مشق ہوتی ہے۔روزہ تعلق باللہ کا ایک قوی ذریعہ ہے ہماری غفلتیں ہیں جو اللہ اور بندے کے درمیان حجاب بنی ہوئی ہیں۔ ہماری سب سے بڑی کمزوری اور بیماری ہماری غفلت ہے ہماری توجہ اللہ کی طرف نہیں بلکہ دنیا کی طرف اور نفس کی طرف ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجانا ہی درحقیقت ہماری ہدایت کا اصل راز ہے۔روزہ کبھی معبود باطل کے لئے نہیں رکھا گیا روزہ جب بھی رکھا گیا وہ اللہ کے لئے رکھا گیا۔

روزہ میں بھوک اگر چہ بلا کی ہوتی ہے مگر اس سے دل منور ہوتے ہیں، روح مصفٰی ہوتی ہے اور آنکھوں کا نور بڑھتا ہے۔چنانچہ جو لوگ اس ماہ مبارک میں پورے اخلاص سے ہدایت کے طالب بنتے ہیں ان میں محبت الٰہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور غصہ ونفرت کو نفی کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔یہ مہینہ تزکیہ نفس،تصفیہ قلب اور اخلاق و اعمال کی درستگی کا بہترین موقع ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: "بعض اوقات اور ایام ایسے ہوتے ہیں جن میں عالم ملکوت کی روحانیت اس عالم ارضی میں نازل ہوتی ہے اور تجلیات الٰہیہ انسانیت کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ عالم ملکوت سے ایک دروازہ کھلتا ہے اور اس برکت والے مہینہ میں کیے جانے والے اعمال کے اجر میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے"۔روزہ ایک بڑا تریاق ہے،جس سے ایمان مضبوط ہوتا ہے اللہ کے نزدیک بندگی کا بڑا ذریعہ ہے اور جنت کے باب الریان تک پہنچانے کا سبب ہے۔ روزہ طبیعت کے حجاب کو توڑتا ہے۔اور روزہ قوتِ علم وعمل کو نکھارتا اور انشراح صدر پیدا کرتا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ مزید فرماتے ہیں کہ روزہ کی کامل حالت یہ ہے کہ روزہ دار نفسانی یعنی سفلی خواہشات کو ابھارنے والے افعال سے بچے،حیوانی عادات کو چھوڑ دے اور شیطانی عمل اور طاغوتی فکر وعمل سے نفرت رکھے۔

اس مہینہ کی عظمت اور برکت کے حوالے سے یہ بات کافی ہے کہ اس ماہ مبارک میں نہ صرف قرآن نازل ہوا بلکہ تمام آسمانی کتب وصحائف اسی ماہ میں نازل فرمائے گئے جو انسانیت کیلئے رشد وہدایت کا سرچشمہ ہیں۔

رمضان میں کرنے کے کام:

حضور ﷺ نے فرمایا اس ماہ مبارک میں چار باتوں کو کثرت سے کرو۔

1- کلمہ کا ذکر کرو۔ 2- توبہ واستغفار کی کثرت کرو۔ 3- اللہ سے جنت کا سوال کرو۔

4- اور جہنم سے پناہ مانگو۔

ہمارا ایک حیوانی وجود ہے اور ایک روحانی۔ لوگوں کی ایک غالب اکثریت اپنے روحانی وجود سے غافل رہتی ہے جبکہ ہم حیوانی وجود سے اچھی طرح واقف ہیں اس کے ابھرنے والے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش وتگ ودو کرتے ہیں۔ اس مہینے میں دین کے اوامر ونواہی پر شعوری طور عمل پیرا رہو۔ جن لوگوں کو اللہ نے خوش حالی دی ہے تو اپنے ہاتھ مزید کشادہ کریں۔ حاجت مندوں مسکینوں اور فقراء کے زیادہ سے زیادہ کام آئیں۔ پھر روح کی غذا کی طرف متوجہ ہوں جو اللہ کا ذکر اور تلاوت قرآن پاک ہے۔ روزہ صرف بھوک کی خواہش پر قابو کا ہی نام نہیں بلکہ یہ نفس کی تمام مرغوب عادات سے رکنے کا نام روزہ ہے۔ یعنی روزہ تب ہوگا جب زبان، آنکھ، کان، ہاتھ، اور پاؤں سبھی روزہ رکھیں، زبان بری بات نہ بولے، کان برائی کو نہ سنیں، آنکھ برائی کو نہ دیکھے، ہاتھ اور پاؤں برائی نہ کریں اور عقل اس کو نہ سوچے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو آرام پہنچانے اور ان کی ضرورت کو پورا کرنے میں ہر ممکن کوشش کرے۔ فرمایا گیا کہ مومن اپنی ذات کیلئے بخیل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے کناروں سے اچھلتے ہوئے دریا کی مانند ہے۔ حضور ﷺ دنیا بھر کے انسانوں سے زیادہ سخی تھے لیکن رمضان المبارک میں تو آپ کی سخاوت ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی مانند ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی برکات و ثمرات عطا فرمائے۔

جسمِ انسانی

(مرسلہ: مدثر حسن بخاری ایڈووکیٹ۔ملتان)

اس کائنات میں سب سے بڑی حقیقت اور خالق کائنات کا شاہکار خود انسان کا اپنا وجود ہے جو اپنے جسم وجثہ کے اعتبار سے گو بہت بڑا نہیں مگر اس کی ساخت پر غور کیجئے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس جیسی مشین آج تک کوئی نہیں بنا سکا نہ کبھی بنا سکے گا۔ پھر اربوں انسانوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی بالکل کاپی نہیں ہوتا ایک عجیب وغریب اور وسیع وعریض کائنات کو اس میں سمٹ کر رکھ دیا گیا ہے جسے انسان خود سمجھنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے لیکن پوری طرح آج تک نہیں سمجھ سکا۔ آپ اس سے اندازہ لگائیے کہ مرد کے مادۂ تولید کے ایک مکعب سینٹی میٹر میں 2½ کروڑ حیوانات منویہ ہوتے ہیں اور عام حالات میں ایک اخراج میں کئی مکعب سینٹی میٹر کے بقدر مادہ خارج ہوتا ہے جس میں ماہرین کے اندازے کے مطابق 50 کروڑ حیوانات منویہ موجود ہوتے ہیں

ان کا نصف ارب جرثوموں میں ہر ایک اپنے اندر ایک انسان بن جانے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن صرف ایک جرثومہ عورت کے بیضہ میں نفوذ پاتا ہے جو انسان کی تخلیق کا موجب بنتا ہے اسی طرح ہر بالغ عورت کے مخصوص حصے میں 4 لاکھ ناپختہ انڈے موجود رہتے ہیں مگر اُن میں سے صرف ایک انڈا پختہ ہو کر اپنے وقت مقرر پر نمودار ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ 24 گھنٹے تک اس کے لئے تیار ہوتا ہے کہ اگر مرد کا کوئی جرثومہ آ کر اس میں داخل ہو جائے تو وہ ایک مکمل حیاتی یونٹ بن جائے اور یوں حمل قرار پائے۔

جسم انسانی چھوٹے چھوٹے خلیات سے مل کر بنتا ہے ایک اوسط قد وقامت کے انسانی جسم میں ان خلیات کی تعداد ایک کروڑ ارب کے قریب بتائی جاتی ہے ایک ہی خلئے سے یہ تمام اربوں کھربوں خلئے بنے ہیں۔ کروڑوں خلئے Cell روزانہ ختم ہوتے رہتے ہیں اور دوسرے خلئے اس وقت ان کی جگہ لے لیتے ہیں اندازہ ہے کہ سیکنڈ میں خون کے دس لاکھ سرخ خلیات

ختم ہو جاتے ہیں اور اسی تعداد میں نئے خلیات جنم لیتے ہیں جسم انسانی میں بے شمار انواع و اقسام کے ان کھربوں خلیات کا آپس میں اتنا اشتراک عمل ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنا کام بڑی ذمہ داری اور صحت کے ساتھ ادا کرتا ہے ہر خلیہ اپنے فرض منصبی کو جانتا ہے کہ کس طرح اس نے سارے بدن کی بہتری اور اچھائی کیلئے اپنے حصہ کا کام کرنا ہے۔

یہ انسانی خلئے ایک فیصل بند شہر کی طرح ہیں۔اس کی توانائی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے بجلی گھروں کی طرح جنریٹر کام کرتے ہیں۔اس کی فیکٹریوں میں (پروٹین) لحمیات تیار ہوتے ہیں۔اس تیار شدہ سامان یعنی کیمیاوی اجزا کو جسم کے تمام حصوں میں پہنچانے کے لئے ایک مواصلاتی نظام بھی ہے۔خطرہ یا گزند پہنچے پر اس کے سدباب کے لئے دفاعی اقدامات اور احکام صادر ہوتے ہیں خلئے مختلف شکل اور جسامت اور مختلف خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں اور ان میں نازک خلئے بھی ہیں جن کی جسامت ملی میٹر کے 10 لاکھویں حصے کے برابر ہے۔ پہلے تحقیق ہوئی تھی کہ 7 سال میں اوّل خلئے ختم ہو کر دوسرے خلئے پیدا ہو جاتے ہیں اب معلوم ہوا ہے کہ ہر گیارہ مہینے بعد کھربوں خلیوں پر مشتمل یہ پورے کا پورا نظام بدل جاتا ہے۔

بات صرف خلیوں پر ہی ختم نہیں ہو جاتی۔خود خلیوں کے اندر پورا نظام حیات ہے جسے سائنس نے پچھلے 35 سالوں میں ڈھونڈ نکالا ہے اور جس کے نتیجہ میں Genetics یعنی جینیات کی ایک پوری نئی سائنس ابھر کر سامنے آگئی ہے دادا پردادا، نانا، پرنانا، اور ماں باپ کے یہی جین Gene بچے میں منتقل ہوتے ہیں تو وہ کالا گورا ہوتا ہے اس کی آنکھیں نیلی یا بھوری یا سیاہ ہوتی ہیں اور اس کے بال کالے، بھورے یا سنہری ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ اثرات بچے تک اس کے کئی پشتوں کے جین لاتے ہیں ساری خصوصیات ان ہزار ہا جین کے اندر پنہاں ہوتی ہیں جو ایک خلیہ اپنے اندر چھپائے ہوتا ہے اِن جین سے پروٹین کی خصوصی قسم پیدا کرنے میں مدد بھی ملتی ہے جو جسم کے خصوصی افعال کے لئے ضروری ہے۔

جین Genes اصل میں ایک عجیب وغریب کیمیاوی سالمے Molecules سے ترتیب پاتے ہیں ۔ جو کچھ اس شکل کے لمبے سالمے ہوتے ہیں جیسے دو کیچوے ایک دوسرے میں سُتلی کے دھاگے کی طرح لپٹ گئے ہوں، ہر جانور، انسان یا پودے کی تمام ممکنات اس دھاگے کے اندر رموزی Coded ہوتی ہیں ۔ اس کیمیاوی سالمے کو DNA کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کو زندگی کا دھاگا کہنا ناموزوں نہ ہوگا، ۔اس کے اربوں یونٹ ایک خلئے میں موجود ہوتے ہیں ۔

DNA نہ صرف نسل اور جینیات کی کنجی ہے بلکہ یہی وہ قوت ہے جو خلئے اور جینیات دونوں کو کنٹرول کرتا ہے ہر فرد کی پوری زندگی کا لائحہ عمل پہلے ہی سے DNA کی ٹیپ میں ریکارڈ ہوتا ہے جس کی تفصیلات اگر تحریر میں لائی جائیں تو بڑے سائز کے ایک لاکھ صفحات میں سمائیں DNA جس کو دیکھنے کے لئے ایک چھوٹی خوردبین کام نہیں کرسکتی اس میں معلومات وہدایات کا اتنا عظیم ذخیرہ محفوظ کردینا اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا وہ عظیم کرشمہ ہے جس کے علم کے بعد اس کی نقل میں آج سائنس داں ما چس کے برابر ایسا بلوری کمپیوٹر تیار کرنے کی کوشش میں لگ گئے ہیں جس میں کروڑوں کتابوں کا مضمون ذخیرہ کیا جاسکے ۔

جسم انسانی کی جملہ عجائبات کا بیان تو ناممکن ہے چند حیران کن حقائق درج ذیل ہیں ۔ آپ کو پڑھ کو تعجب ہوگا کہ انسانی دماغ میں 25 ارب سے زیادہ نیوٹرون ہوتے ہیں جو اپنا کام ہمہ وقت کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ نیند کے دوران بھی ان کا کام اسی طرح جاری رہتا ہے ساری دنیا کا ٹیلیفون نظام بھی اس کے برابر کام نہیں کرسکتا ۔ ذرا آگے بڑھئے اور قلب کو دیکھئے جو خود تو چھوٹا سا ہوتا ہے یعنی اندازاً نصف پونڈ کے برابر لیکن اس میں دو پمپ ہوتے ہیں ۔ ایک پھیپھڑوں کو خون کی ترسیل کے لئے تاکہ وہاں سے آکسیجن جذب کرسکے ۔ دوسرا اس صاف شدہ خون کو سارے بدن میں دوڑانے کے لئے ایک آدمی کی اوسط زندگی میں دل 3 لاکھ ٹن خون پمپ کرتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ یہ اپنی بجلی بھی خود ہی پیدا کرتا ہے ایک آدمی ستر سال زندہ رہے تو دل 4 کھرب دفعہ دھڑکتا ہے ۔

اسی طرح ایک آدمی کی اوسط زندگی میں پھیپھڑے 50 کروڑ مرتبہ پھولتے اور سکڑتے ہیں۔ انسان کی بنائی ہوئی کوئی مشین نہ ایسی مشقت برداشت کرسکتی ہے اور نہ ہی بغیر مرمت اتنے لمبے عرصہ تک اپنا کام جاری رکھ سکتی ہے علیٰ ہذا القیاس انسانی آنکھ میں ایک کھرب سے زیادہ روشنی قبول کرنے والے ریشے ہوتے ہیں یہ تعداد ان ستاروں کے برابر ہے جو ملکی وے نامی کہکشاں میں ہیں۔ انسانی بدن میں خون کی شریانوں کو اگر ناپا جائے تو ان کی لمبائی 60 ہزار سے ایک لاکھ میل لمبی ریلوے لائن کے برابر نکلے گی۔

انسانی جسم 30 کروڑ کیمیاوی اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے اس کی مثال یوں ہے کہ اگر آپ ان اعداد و شمار پر مشتمل اجزا کو لفظوں میں لکھنا چاہیں تو اس سے دس ہزار ضخیم کتابوں کی ایک لائبریری بن جائے گی اور اگر اس کی تفصیل لکھنا چاہیں تو یہ بہت مشکل کام ہوگا۔ کیونکہ انسانی عقل جسم انسانی کے میکانیکی نظام کے سمجھنے سے قاصر ہے سائنس نے ہماری عقل و دانش اور علم کے بڑھانے میں بہت کچھ کیا ہے لیکن کیا کوئی سائنس دان یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس نے انسان کی ابتدا یا اصل انواع کا کھوج لگالیا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اگر ہم صرف اسی مکمل نظام پر غور کریں تو اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عظمت شان نظر آتی ہے اور اس نظام کی باریکی اور پختگی کا قدرے اندازہ ہوتا ہے خود انسان کا اپنا جسم اور اس کے اندر کی مشین یہ خدائے علیم و خبیر کی قدرت، حکمت اور خلاقی کی روشن دلیل ہے ہم جتنا اپنے جسم کے خلیات اور جینیات کے ضمن میں ان معلومات اور دریافتوں پر غور و فکر کرتے ہیں اتنا ہی ہمیں اپنے خالق کی بے پایاں قدرت کا یقین مستحکم حاصل ہوتا ہے اور اسی سے ہم اللہ کو پہچان سکتے ہیں اور اس کی ہستی پر صحیح ایمان لا سکتے ہیں۔

تقرب الٰہی

(واصف علی واصف)

ہر مقرب جانتا ہے کہ تقرب الٰہی کی منزل ایک لامحدود سفر ہی کا نام ہے اگر تقرب الٰہی کسی مقام کا نام ہے تو یہ مقام بذات خود سفر میں ہے۔ خالق کے ساتھ مخلوق کا قرب کسی فارمولے کا محتاج نہیں ویسے تو ہر مخلوق اپنے خالق سے متعلق رہتی ہے، لیکن مقرب کا درجہ اس کے اپنے فضل ہی کا نام ہے آج تک کوئی انسان یہ نہیں بتا سکا کہ وہ کون سے صفات یا کون سی صفت ہے جو انسان کو پیغمبر بنا دیتی ہے ہر پیغمبر صاحب صفات ہے معصوم عن الخطاء ہے، لیکن اس کا پیغمبر ہونا کسی صفت یا صفات کا نتیجہ نہیں بلکہ صفت یا صفات کا ہونا اس کے پیغمبر ہونے کا نتیجہ ضرور ہوسکتا ہے مطلب یہ کہ مقرب ہونے کے لئے صفات کا ہونا لازمی تو ہے لیکن کافی نہی۔

کسی پیغمبر کے ماننے والے میں اس پیغمبر کی صفات ہوسکتی ہیں لیکن ان صفات کے باوجود صاحب مرتبہ کبھی پیغمبر نہیں ہوسکتا مقرب کا تقرر ذات حق کے اپنے فیصلے کا نام ہے اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ اللہ کریم کسی کافر یا باغی کو مقرب بناتا ہے۔ بالکل نہیں۔ اللہ کسی کافر کو اگر مقرب بنانا چاہے تو اسے پہلے ایمان کی دولت عطا فرماتا ہے یہی راز ہے کہ کسی کافر کے لئے تو دوزخ کا عذاب ہے اللہ سے دوری ہے اور کسی کافر کے لئے ایمان کا سرمایہ ہے تقرب کی منازل ہیں، سابقوں کے درجے ہیں اسی طرح جو معاشرہ اخلاقی طور پر انحطاط پذیر ہو، باغی ہو، اسے بالعموم تباہ کر دیا جاتا ہے لیکن اسلام سے قبل عرب کا معاشرہ ہر برائی رکھتا تھا۔ تباہ ہونے کے قابل تھا لیکن اللہ نے اپنے فضل بے پایاں سے اسے اپنی رحمت عطا کر دی بلکہ رحمۃ اللعالمین ﷺ عطا فرما دیئے۔ باغی معاشرے پر اللہ کی رحمتوں کی بارش، دور رہنے والوں کو تقرب کے مژدے بدنصیبوں کو خوش نصیبی کی خلعت۔ اس کے کام وہی جانتا ہے تقرب حاصل کرنے کا عمل کوئی عمل نہیں

،یہ فضل کا مقام ہے،اس کی رضا کی بات ہے اور اس کی رضا کی بس کیا بات ہے۔جو چاہے کرے جیسے کرے خالق مطلق،وہ کسی کے آگے جواب دہ تو نہیں۔

وہ چاہے تو کسی کو ظلمات سے نکال کر نور میں داخل کردے، چاہے تو اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے اور کبھی کبھی شان بے نیازی کسی کے اعمال یکسر ضائع کردے۔ابلیس حکم عدولی کرے تو اسے ہمیشہ کے لئے لعین و رجیم قرار دیا جائے۔آدم کسی حکم کے پابند نہ رہ سکیں تو انہیں خلافت ارضی کے سفر پر روانہ فرما دیا جائے۔تقرب کی منزل عجب منزل ہے تقرب الٰہی کے جلوے نارِ نمرود میں بھی حاصل ہوسکتے ہیں۔مصر کے بازار میں بکنے والے غلام کو ایسا مقرب بنادیا جاتا ہے کہ اس کا قصہ احسن القصص بن کر رہ جاتا ہے تقرب کی داستان کربلاؤں سے تقرب کے نسخے مرتب ہوسکتے ہیں

ہر ماننے والے مومن کے دل میں تقرب الٰہی کی خواہش موجود رہتی ہے۔انسان عبادت کرتا ہے،اس کے حکم کی اطاعت کرتا ہے،اس کے قرب کی آرزو کرتا ہے۔لیکن ہر مومن یکساں طور پر مقرب نہیں ہوتا ،نہ ہوسکتا ہے۔کچھ لوگوں کو اللہ خود ہی اولیاء اللہ کے نام سے منسوب کرتا ہے۔ان کے لئے خوف اور حزن کی سختیاں ختم کردی جاتی ہیں۔کچھ مومنوں پر گردش زمان و مکاں کی منزل مسلط ہو جاتی ہے۔وہ مومن ہیں لیکن مصائب و آلام میں گھرے ہوئے ان کے دل میں ایمان کا چراغ روشن رہتا ہے لیکن حالات کے تیز طوفان ان پر حملہ آور رہتے ہیں۔غریب کا یقین قائم رہے تو وہ مقرب ہوسکتا ہے لیکن کبھی کبھی غریب اپنی غریبی سے اتنا مغلوب الحال ہوجاتا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے بھی مایوس ہوجاتا ہے۔غریبی انسان کو جہاں قریب کرتی ہے، وہاں اللہ سے دور بھی کردیتی ہے۔

ایک مقرب کا حال کسی دوسرے پر کم ہی عیاں ہوتا ہے۔تقرب ایک رمز کی طرح ہے جو محبّ اور محبوب میں ہوتی ہے۔ایک مقرب کا مرتبہ دوسرے مقرب سے بھی پوشیدہ ہوسکتا ہے کبھی کبھی مقرب اپنے تقرب سے خود بھی ناآشناء ہوسکتا ہے۔

انسان جب تقرب الٰہی کی منزل پر روانہ ہوتا ہے تو اس کے لئے یہ بھی تقرب کی دلیل ہے کہ وہ تقرب کی تلاش میں نکلا ہے۔ تقرب کا متلاشی اپنے آپ جائزہ لے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کے وجود کے کسی نہ کسی حصے میں تقرب کی تڑپ موجود ہے۔ وہ تڑپ ہی اس کے لئے تقرب کے راز فاش کرتی ہے۔ اگر انسان کی پیشانی میں تڑپ ہو تو اسے اللہ کا قرب سجدہ شوق میں میسر آئے گا۔ جبینِ شوق جب سجدوں سے سرفراز ہوتی ہے، انسان تقرب کی منزل طے کرتا ہے ہر طالب کی جبینِ نیاز میں سجدوں کی تڑپ نہیں ہوتی۔ کچھ لوگ اپنے مالک کا قرب اپنی مشتاق نگاہی سے تلاش کرتے ہیں۔ وہ کاسہءِ چشم تمنا لے کر نکلتے ہیں اور نظاروں میں اپنے مالک کی جلوہ گری سے لطف اندوز ہو کر تقرب کے مدارج طے کرتے ہیں حسنِ حقیقی کی جلوہ گاہ میں محویت کے مقام سے ان کا سفر الی اللہ شروع ہوتا ہے۔ دراصل سفر الی اللہ ہی سفر مع اللہ ہے ایسے مقربوں کیلئے محبوب کا چہرہ خانہ کعبہ سے کم نہیں۔ دیدار حسن یار ہی ان کے لئے تقرب پروردگار کا سا درجہ رکھتا ہے۔ عشق محبوب اگر ان کی نماز کا امام نہ ہو تو وہ اپنی عبادت کو حجاب سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا محروم دیدار حقیقت کو اندھا کہا گیا ہے

جس متلاشی کی سماعت بے تاب ہو، اسے جلوہ حق کسی نغمے میں محسوس ہوگا۔ گوش مشتاق اس نغمے سے بھی آشنا ہوتا ہے جو ابھی ساز میں ہو۔۔ یہی وہ مقرب ہیں جو ہر نغمے کو آواز دوست سمجھتے ہیں اور برحق سمجھتے ہیں۔ قرب الٰہی کو اپنی عقل سے تلاش کرنے والا ایک لمبے سفر کا مسافر ہوتا ہے وہ سوال و جواب کی کٹھن راہوں سے مالک کا قرب حاصل کرتا ہے۔ وہ وجوہات اور نتائج کی کڑیاں ملاتا ہوا سبب اولیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ دریافت کر لیتا ہے کہ یہ کائنات وسیع و عریض کائنات عبث نہیں بنائی گئی۔ اس کا بنانے والا ضرور ہے اور وہی فاطر حقیقی ان کی تلاش کا مدعا ہوتا ہے صاحب عقل پر جب اسرار فاش ہوتے ہیں تو وہ عالم تحیر میں پہنچ کر مقرب کا درجہ پا لیتا ہے۔ اس کی عقل، عقل سلیم بن جاتی ہے۔ وہ آخری سوال کا آخری جواب دریافت کر لیتا ہے۔ یہی تقرب کی منزل ہے۔ کٹھن ہے لیکن ہے! تقرب الٰہی کے مختلف ذرائع اپنی اپنی جگہ پر مستند و معتبر ہیں

لیکن تقرب الٰہی کا آسان ترین راستہ کسی کے فیض نظر سے ملتا ہے ۔جلال الدین رومیؒ کو مولانا رومؒ بنانے والی نگاہ تبریزیؒ کی نگاہ ہے ۔رہبر کامل اپنے مرید با صفا پر راز حقیقت آشکار کرتا ہے اور اسے تقرب الٰہی کی منزلیں عطاء کر دیتا ہے ۔اس کی طرف چلنے والوں کو جب وسیلہ ملتا ہے وہ آسودہ منزل ہو جاتے ہیں ۔رہبر ، طالب کے دل میں محبت کے چراغ روشن کر کے اسے اطاعت و عبادت کی اصلیت سے متعارف کراتا ہے اور یوں طالب ،تقرب الٰہی کی خلعت سے سرفراز ہوتا ہے۔

مقربین حق کی شناخت کیلئے بھی کوئی فارمولا نہیں ۔وہ لوگ عام طالبین سے مختلف ضرور ہوتے ہیں ۔وہ عبادت تو خیر کرتے ہی ہیں ، عبادت کے ساتھ محبت بھی کرتے ہیں ۔وہ اپنے محبوب آقا ء کے کسی فعل پر تنقید نہیں کرتے ۔انہیں مخلوق سے بھی کوئی شکوہ نہیں ہوتا وہ حاصل کی بجائے ایثار کو اپنا اشعار بناتے ہیں ۔وہ محبوب کے ہر ستم کو کرم ہی سمجھتے ہیں ۔وہ جلوں کے متلاشی اور پیاسے ہوتے ہیں وہ حیرت کی وادیوں میں سرگرداں رہتے ہیں ۔انہیں ہر طرف حسن و جمال نظر آتا ہے ،مقربین غصہ ،نفرت ،حسد ، کینہ ، لالچ سے آزاد ہو چکے ہوتے ہیں وہ ہمیشہ کیلئے بے ضرر ہو چکے ہوتے ہیں ۔وہ سب کیلئے منفعت بخش ہوتے ہیں ۔وہ کسی کا دل نہیں دکھاتے ، کسی کا حق نہیں رکھتے ۔کسی کو اپنے سے کم تر نہیں سمجھتے ۔وہ گناہ سے نفرت ضرور کرتے ہیں لیکن گنہگار سے نہیں ۔کسی کی تباہی کی دعا نہیں مانگتے وہ دنیا کی محبت سے آزاد ہو چکے ہوتے ہیں وہ شہرت ، مرتبہ اور دولت کے حجابات سے نکل چکے ہوتے ہیں ۔وہ نیند پر بیداری کو ترجیح دیتے ہیں ۔وہ ہر ابتلاء میں ثناء کرتے ہیں وہ صابر ہیں ، شاکر ہیں وہ احسان و عدل کے مقامات سے آشناء کر دیے جاتے ہیں وہ ہجوم میں بھی ہوں تو اکیلے ہیں ۔تنہا بھی ہوں تو ان کے پاس ہجوم خیال کے میلے ہیں۔

اللہ کی رحمت سب کیلئے ہے ، سب کے انتظار میں ہے ، کوئی طالب دستک آدے ، دروازہ ضرور کھلے گا۔خالق کے تقرب کی راہیں خالق کی ذات کی طرح لامحدود ہیں۔

تقرب الٰہی کے حصول کا ایک بڑا ذریعہ خدمت خلق ہے جب تک انسان مقرب نہ ہو، مخلوق خدا کے قریب نہیں جا سکتا ہر مقرب الٰہی مخلوق کا خادم و محسن ہوگا۔

جو انسان سب سے زیادہ مقرب الٰہی ہے، وہی انسان تمام مخلوق کے لئے رحمت مجسم ہے رب العالمین کے عظیم مقرب، رحمۃ اللعالمین ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ ایک طرف تو اللہ کے انتہائی قریب ہیں اور دوسری طرف مخلوق کیلئے انتہائی شفیق ہیں۔ اللہ کریم نے خود حضور اکرم ﷺ کے لئے رؤف اور رحیم کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ آپ ﷺ کا تقرب سب سے زیادہ۔۔ اس حد تک کہ دنیا کے تمام مقربوں کو اسی در سے تقرب الٰہی کا شعور عطاء ہوتا ہے۔ جس پر حضور ﷺ مہربان ہیں اسے تقرب الٰہی کی منزلیں میسر آتی ہیں۔ اور جس پر اللہ مہربان ہوا سے عشق نبی ﷺ کی دولت و سعادت عطاء ہوتی ہے۔ تقرب الٰہی دراصل تقرب محبوب خدا ﷺ ہے۔ جو شخص حضور کے قریب ہو وہ اللہ کے قریب اور جو حضور ﷺ سے دور رہو وہ تقرب الٰہی سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محروم۔ جس پر عشق مصطفی ﷺ بند، اس پر تقرب خدا بند!!

دعائے مغفرت

ہمارے لاہور کے بھائی جناب محمد جمیل مرزا صاحب (الیکٹریک انجینئر) کی ہمشیرہ اور لاہور کے بھائی جناب اذن علی شاہ کے چچا وفات پا گئے ہیں (ان للہ و انا الیہ راجعون) سب بھائی مرحومین کی مغفرت کیلئے دعا فرمائیں

رمضان، قرآن اور پاکستان

(صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی)

نیکیوں کے موسم بہار رمضان المبارک کا تعلق بیک وقت جملہ بنی نوع انسان، مسلمان اور اہل پاکستان کے ساتھ ہے۔اس ماہ میں متعدد ایسے واقعات رونما ہوئے جنہوں نے انسانی نظریے اور سوچ کو نئی جہت، اسلامی تاریخ کو مثبت موڑ اور اہل پاکستان کو ایک نعمت خداداد سے ہمکنار کیا۔رمضان ایک ایسا مہینہ تو ہے ہی جس کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا نجات سے عبارت ہے۔جس میں مومن کے رزق کو فراخ کر دیا جاتا ہے۔جس میں نیکیوں کے اجر کو سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔جس کی سحری میں برکت اور افطاری میں لذت ہے جسے زبان نبوت نے ''شہر المواساۃ'' یعنی ہمدردی کا مہینہ قرار دیا ہے۔جس کی سب سے اہم عبادت ''روزہ'' کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص فرمایا ہے اس کے روز و شب کو صیام اور قیام سے منسلک کر کے بھرپور تربیتی نصاب میں بدل دیا گیا ہے اور جس میں نفل کا درجہ بڑھا کر فرض اور ایک فرض کو ستر فرائض کے ہم پلہ کر دیا گیا ہے۔یہ فضائل و برکات خود اپنی جگہ قابل قدر اور لائق توجہ ہیں لیکن اس ماہ کو کچھ اور تاریخی تبدیلیوں کے سبب خاص امتیاز اور شرف حاصل ہے۔

اس ماہ مبارک کی سترہ تاریخ کو پہلا معرکہ حق و باطل برپا ہوا جبکہ حضور اکرم ﷺ کو ہجرت کئے اور مدینہ منورہ میں آئے ہوئے دو سال بھی نہیں ہوئے تھے 2ھ 17 رمضان المبارک کو میدان بدر میں کفر اور اسلام آمنے سامنے ہوئے اور اس دن کو قرآن حکیم نے ''یوم الفرقان'' کا نام دیا ہے یعنی ''فیصلے کا دن'' 17 رمضان کو تین باتوں کا فیصلہ آ گیا۔

اولاً۔۔۔اسلام میں تشکیل امت خون، برادری، نسل، رنگ، وطن اور زبان کے ذریعے نہیں بلکہ نظریاتی وحدت اور اعتقادی ہم آہنگی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔غزوہ بدر میں ایک ہی خطے جزیرۃ العرب کے لوگ آمنے سامنے تھے قریش دو بدو تھے، عربی زبان بولنے والے مدمقابل

تھے،عرب خون مچل رہا تھا اور بیٹے کے مقابلے میں باپ اور بھائی کے مقابلے میں بھائی صف آرا تھا۔لسانی، وطنی، نسلی اور خاندانی اشتراک کے باوجود ان کے نظریئے میں اختلاف تھا اس لئے ایک گروہ جاہلی نخوت کا علمبردار تھا اور دوسرا نظریاتی لذت سے سرشار تھا۔ثالثاً۔۔۔۔اس غزوہ سے دنیا کو یہ اندازہ بھی ہوگیا کہ اسلام اپنی ذات، اپنی نفسیات اور اپنی تعلیمات کے اعتبار سے ایک جامد، منفعل، مرعوب، مغلوب اور کتابی دین نہیں بلکہ وہ متحرک، غالب اور جہادی دین ہے۔وہ ایک الگ سیاسی اور ریاستی تشخص چاہتا ہے وہ اپنے لئے سرزمین طلب کرتا اور خدا کے مطلوب اور نمائندہ دین کے طور پر کفر اور شر پر غالب آنے کا منشور اور داعیہ رکھتا ہے۔

8ھ ماہ رمضان کو "فتح مکہ" کا عظیم الشان تاریخی واقعہ رونما ہوا جس نے کفر پر اسلام کی بالادستی کو واضح اور ثابت کردیا اور اس کے بعد اسلام اپنے عالمگیر مشن کا آغاز کرتا ہے اور پھر صدیوں تک اسلام کی راہ میں کوئی روڑا نہ رہا اور ایک دنیا سرنگوں ہوگئی۔یہ ایک دو مثالیں خصوصاً اہل اسلام کیلئے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینے سے ان کی کیا تاریخی یادیں وابستہ ہیں۔

عالم انسانی کیلئے بھی یہ مہینہ ایک محسن مہینہ ہے اسی رمضان کی ستائیسویں شب کو نزول قرآن ہوا قرآن اترا تو قلب نبوت پر لیکن اس سے پوری دنیائے انسانیت نے فیض پایا اور اسے منشور انسانی کا درجہ ملا۔قرآن مجید نے پہلی بار انسان کو اس کے "راز خدا" ہونے کا احساس دلایا ورنہ اس سے پہلے تو انسان اور خدا کے درمیان نہ جانے کتنے کلیسا، کتنے پروہت، کتنے پنڈت، حائل تھے پہلی بار انسان کو پتہ چلا کہ وہ سمندروں، سر بفلک پہاڑوں، اونچے درختوں، گہرے غاروں، پھن پھیلائے سانپوں، گرجتے شیروں، چنگھاڑتے ہاتھیوں، کڑکتی بجلیوں، برستے بادلوں، چمکتے سورج، دمکتے چاند اور ٹمٹماتے ستاروں کا خادم اور غلام نہیں بلکہ یہ سب کچھ اس کیلئے بنائے گئے ہیں۔اس کی خدمت کیلئے، اس کی سہولت کیلئے اور اس کی ضرورت کیلئے پہلی بار انسان کو قرآن کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ نہ پیدائشی گنہگار ہے اور نہ کسی کا محکوم اور غلام وہ ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوتا اور آزاد جنم لیتا ہے وہ صرف اللہ کا غلام اور بندہ ہے اس پر کوئی اپنا حق آقائی

جتانے کا روادار نہیں اور کوئی اس سے اپنی بندگی کے مطالبے کا حقدار نہیں۔

قرآن مجید ہی کے ذریعے انسان کو معلوم ہوا کہ دنیا میں سرخروئی اور آخرت میں کامیابی کسی دھڑے، کسی برادری، اور کسی دھرم کے باعث نہیں بلکہ صحیح عقیدے، نیک عمل اور ربانی بننے کے باعث ممکن ہے قرآن مجید نے کہا

''یہ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے سوا کوئی جنت میں نہ جائے گا یہ صرف ان کی آرزوئیں ہیں'' (البقرہ 111)

یہ حوصلہ اور اعتماد بھی قرآن مجید نے عطا کیا کہ لوگوں میں اگر تبدیلی کی خواہش، جینے کی امنگ اور رہنے کا ڈھنگ ہو تو اللہ بلاوجہ اس قوم کو مبتلائے آزار نہیں کرتا''۔

''آپ کا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کر دے اور وہاں کے لوگ اصلاح کیلئے کوشاں ہوں''

انسانوں کے درمیان اٹھی ہوئی رنگ و نسل کی فصیلوں کو بھی قرآن نے منہدم کیا اور نیا معیار عزت و منزلت عطا کیا۔''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا اور محض اس لئے تم میں شعوب و قبائل بنائے کہ ایک دوسرے کو پہچان پاؤ (ورنہ) اللہ کے نزدیک قابل تکریم صرف اہل تقویٰ (صاحب کردار) ہیں'' (الحجرات: 13)

اور اسی قرآن مجید کی بنیاد پر جزیرۃ العرب میں پہلی بار ایک منظم ریاست وجود میں آئی جو اپنے جوہر میں ایک عالمی ریاست تھی اور اس ریاست کے طفیل حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی حقوق کا مفصل چارٹر سامنے آیا اور ان حقوق کو الٰہی حقوق کا درجہ دے کر نبی اور امتی کو بیک وقت ان کی پاسداری کا پابند بنایا گیا ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان انسانوں کیلئے بے بہا الٰہی تحائف اور روحانی سوغاتیں لے کر آیا اور عالم انسانی آج تک ان سے بہرہ ور اور کیف اندوز ہو رہا ہے۔ رمضان المبارک کا ایک خاص تعلق پاکستان اور اہل پاکستان سے ہے اور وہ یوں کہ نظریہ پاکستان کی بنیاد (بقول بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ) اس دن رکھ دی گئی تھی جب برصغیر میں پہلا شخص مسلمان ہوا تھا اور کسی بھی شخص کے اسلام کی نعمت سے بہرہ مند ہونے کا وسیلہ غازی اسلام ''محمد بن قاسم'' بنا جس نے دیبل فتح کر کے سندھ کو 'باب الاسلام' ہونے کا شرف عطا کیا۔

یہ واقعہ بھی 10 رمضان المبارک کورونما ہوا۔اوردوسرے یہ کہ 27 رمضان ہی کو پاکستان معرض وجود میں آیا اس اعتبار سے اہل پاکستان کا رمضان المبارک سے خصوصی تعلق بنتا ہے۔

اس سال بھی 14 اگست رمضان المبارک میں شب قدر کی مبارک ساعتوں میں آرہا ہے پاکستان اللہ تعالیٰ کے ارادوں کا مظہر ہے مدینہ کے بعد اسلام کے نام پر بننے والی یہ پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی جس کی مدینہ سے مناسبت ہے یہ ملک قائم رہنے کیلئے بنا ہے۔شاہ فیصل کے بقول "پاکستان اسلام کا قلعہ ہے"۔

اس تعلق کی وضاحت کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے اجتماعی رویے پر غور کریں کہ کیا پاکستان کا ناک نقشہ،اس کا ریاستی ڈھانچہ،اس کا سیاسی رویہ،اس کا معاشرتی چہرہ اور اس کا معاشی ایجنڈا وہی ہے جو ایک ایسی ریاست کا ہونا چاہئے جو اسلامی نظریے کی علمبردار ہو جس کا ظہور اور قرآن کا نزول ایک ہی رات میں ہوا ہو اور جس نے اپنے سفر کا آغاز ماہ رمضان میں کیا ہو۔

وہی رمضان جس میں جنت کے دروازے کھولے اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں جبکہ آج ملک میں اصلاح کے سرچشمے بند اور فساد کے کواڑ چوپٹ کھلے ہوئے ہیں۔

وہی رمضان جس میں رنگ ونسل اور ہمہ نوعی تفرقے کو اس سازش اور خواہش کو خاک آلود کردیا گیا کہ وہ اہل اسلام کا معاشی مقاطعہ کرکے ان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیں گے مسلمانوں نے روزوں کا آغاز کرکے اہل کفر کو بتایا کہ ہمارے ہاں بھوکا رہنا عار نہیں بلکہ یہ تو کار ثواب ہے۔ہم محض پیٹ اور لذت کام ودہن کی خاطر اپنے اصول ونظریات چھوڑنے والے نہیں جبکہ آج محض نمود ونمائش اور آسائش تن کیلئے تمام شرائط مان کر آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک سے معاملہ طے کیا جاتا ہے"

وہی رمضان جس میں فتح مکہ ہوئی اور دنیا کو پہلی بار انتقام سے گریز کا عملی درس ملا اور عفو کا مفہوم سمجھ آیا اور ہر شخص کی عزت،آبرو،مال اور جان کا تحفظ یقینی بنایا گیا تھا جبکہ آج جذبہ انتقام خون آشام ہوتا جارہا ہے اور جان ومال کا تحفظ ایک پارینہ خواب ہو کر رہ گیا ہے۔

وہی رمضان جس کی ایک شبھ گھڑی میں اسلامیانِ ہند نے آزادی کا سانس لیا اور نیا خواب دیکھا تھا جبکہ آج سیاسی ومعاشی صورت حال اس قدر ہولناک ہوگئی ہے کہ جان ومال کی حفاظت

تو اپنی جگہ خود آزادی واستقلال کا تحفظ ایک سوالیہ نشان بنتا جارہا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ رمضان اور قرآن کے حوالے سے پاکستان کو پھر اسی نقطے پر واپس آنا پڑے گا۔ جہاں سے اس نے اپنے قیام کا آغاز کیا تھا۔ ''فکر اقبالؒ اور تدبر قائدؒ۔ اقبالؒ کی فکر ایک آفاقی ملی فکر تھی اور قائد کی تدبیر کو اللہ کی تائید حاصل تھی۔ یہاں آفاقی و ملی فکر کے علاوہ کوئی گروہی فکر نہیں چلے گی اور تدبیر کی جگہ کوئی سازش بارآور نہیں ہوگی۔ گروہی فکر سے وحدت پاکستان کو خطرہ رہے گا اور سازش سے سیاسی استحکام مجروح ہوگا۔

ارشاداتِ عالیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

(اقتباس از تعمیر ملت)

"اے پاکستانی مسلمانو! اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ تمام اسلامی و غیر اسلامی ممالک کی آنکھیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں اور وہ سب تمہارے اس دعوے کی صداقت کو دیکھنا چاہتے ہیں" (جس کی خاطر ایک علیحدہ وطن حاصل کیا تھا جہاں اسلامی ریاست قائم کریں گے) اگر تم سچے ثابت ہوئے تو معلوم ہے کیا ہوگا؟ امکان نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ دنیا کے تمام ممالک کی بھاری اکثریت صداقت قرآن کی قائل اور تعلیم قرآن پر عامل ہو جائے گی۔ لیکن اگر تم ناکام رہے تو ساری دنیا میں صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اُڑے گا۔ اور اسکی سزا میں تم اس دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہو گے اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

☆...... " وہ وقت دور نہیں جب دنیائے اسلام ایک دفعہ پھر کروٹ لے گی اور جو خواب ہم دیکھ رہے ہیں اسکی تعبیر مجسم ہوکر سامنے آجائے گی"۔

کیا ہمیں واضح علامتوں کا انتظار ہے

(اوریا مقبول جان)

ڈھلوان پر پھسلتی ہوئی گاڑی بے قابو ہو جائے ڈرائیور پر لوگوں کو پہلے ہی سے شک ہو کہ اسے گاڑی کی الف بے تک کا نہیں پتہ بریک فیل ہو جائیں تو گاڑی میں بیٹھی سواریاں دو تین کام فوری اور غیر ارادی طور پر کرتی ہیں سب سے پہلے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اللہ کو یاد کرنے لگتی ہیں چیخوں سے آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں اور اگر سواریوں میں سے کچھ لوگوں کو گاڑی سنبھالنا چلانا آتی ہو تو وہ آگے بڑھ کر ڈرائیور کو سیٹ سے اتار کر گاڑی کو بچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں لیکن حیرت کی بات ہے کہ اس ملک میں بسنے والے اٹھارہ کروڑ لوگوں کے سامنے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ وہ جس ملک میں رہتے ہیں اس کا سفر ڈھلوان کی سمت تیزی سے رواں دواں ہے ڈرائیور کی مہارت پر انہیں بالکل بھروسہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ بس کھائی کی جانب اسی کی غلطیوں سے لڑھکی ہے لیکن کمال کی بات ہے کہ کسی کے منہ پر نہ کلمہ طیبہ کا ورد ہے نہ گناہوں سے معافی اور استغفار سے بھری التجائیں ہیں اگر چیخ و پکار بھی ہے تو وہ اول تو محدود ہے یا پھر اپنے اپنے دکھ کی بات کرتے ہیں جو گاڑی کو ڈھلوان پر پھسلنے سے روک سکتے ہیں وہ یا تو مصلحت کی وجہ سے چپ ہیں یا پھر انہیں اس ملک سے زیادہ اپنی عزت و توقیر بچانے کی فکر لاحق ہے ساری علامتیں ساری نشانیاں نظر آ رہی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اس ملک کی اکثریت خود غرض ہو گئی ہے جو زندگی گزار رہا ہے اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ آج کتنے لوگ جان کی بازی ہار گئے جو گھر میں مزے سے بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھا ہے اس کو کوئی غم نہیں کہ کتنے لوگ ہیں جو اغواء ہوئے یا لاپتہ کر دیئے گئے جسے رات کو کھانا میسر ہے اسے اس بات کی خبر تک نہیں کہ اس کے شہر، قصبے، گلی یا محلے میں کتنے لوگوں نے بھوکے پیٹ رات گزاری سب اس بات سے بے خبر ہیں کہ جو دوسروں پر بیت رہی ہے وہ ان پر بھی گزرنے والی ہے اس لیے کہ پوری کی پوری بس کا رخ ڈھلوان

کی سمت ہے لیکن ہمیں اس بات کا ادراک تک نہیں ہوتا اکثر یہ ہے کہ جب ادراک ہونے لگتا ہے تو لوگ کھڑکیاں دروازے توڑ کر چھلانگیں لگانے کی کوشش کرتے ہیں کچھ دھکم پیل میں مارے جاتے ہیں اور جو کودنے میں کامیاب ہوتے ہیں ان کے سر باہر موجود نوکیلی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتے ہیں ۔یہ الگ بات ہے کہ حادثے کے بعد بس کا مالک کسی کرین کی مدد سے بس کو کھائی سے نکالتا ہے اسے بہترین کاریگروں کے حوالے کرتا ہے جو نا کارہ ہو جاتا ہے اس حصے کی جگہ نئے حصے کو لگا کر بس کو از سرِ نو رواں دواں کر دیا جاتا ہے ۔نئے لوگ نیا ڈرائیور نئی سواریاں ۔بندگانِ خدا کو علم تک نہیں کہ یہ زمین میرے اللہ کی ہے اور وہ اسے جب تک چاہے گا قائم رکھے گا اس زمین پر ہم سب مسافر ہیں اور اسے آباد سر سبز و شاداب اور رہنے کے قابل بنانے کے لئے بھیجے گئے ہیں ہم میں سے ہر کوئی اتنا ہی ذمہ دار ہے جتنا بس کا ڈرائیور تیز رفتاری کرتے ہوئے غلط موڑ کاٹتے ہوئے اشارے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہم کیسے اچھل اچھل کر ڈرائیور کو لعن طعن کر رہے ہوتے ہیں اس لیے کہ ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہماری جان خطرے میں ہے لیکن اس ملک کو کوئی جیسے جس طرح جس خرابی کے ساتھ چلائے ہم دم سادھے بیٹھے ہوتے ہیں بس کے مالک کو غصہ دلانے اور اس کے غیظ و غضب کو آواز دینے کیلئے ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو بڑھ چڑھ کر غلط ڈرائیونگ کی حمایت کرتے ہیں کتنے ہیں جو بولنے والوں کو یہ کہہ کر چپ کراتے ہیں کہ خاموش بیٹھو ڈرائیور کو پانچ سال کے لئے نوکری پر رکھا ہے اس سے پہلے اسے کوئی نہیں نکالے گا خواہ وہ بس کو تباہ برباد کیوں نہ کر دے ہم کس قدر بے حس ہیں ۔اگر ہماری ذاتی بس کار ،یا رکشا ہی کیوں نہ ہوتا ہم نے کسی ڈرائیور کو ایک ماہ کے لئے ہی کیوں نہ رکھا ہوتا ہم اسے پہلی ہی غلطی پر کان پکڑ کو نوکری سے نکال دیتے لیکن آفرین ہے اٹھارہ کروڑ عوام پر جنہیں اس بات کا احساس تک نہیں ۔

جب ایسا عالم طاری ہو جاتا ہے تو پھر مالک کائنات میرا ربّ اور اس دنیا کا تنہا فرما نروا ایک فیصلہ کرتا ہے ۔ان سب کو احساس دلاتا ہے کہ تم سب تباہی کی طرف جا رہے ہو۔

وہ سورہ السجدہ کی آیت نمبر 21 میں فرماتا ہے۔ ''اور ہم انہیں لازماً مزہ چکھائیں گے چھوٹے عذاب کا بڑے عذاب سے قبل شاید وہ رجوع کرلیں۔'' اس کے آغاز کا اندازہ سید الانبیا ﷺ کی اس حدیث سے کیجئے فرمایا ''جس بستی میں کسی نے ایک رات بھوکے پیٹ گزاری اللہ اس بستی سے اپنی حفاظت کا ذمہ اٹھالیتا ہے۔ اللہ نے قرآن پاک میں اپنے غیظ وغضب کی تین علامتیں بتائی ہیں۔ ان تینوں میں سے رسول اکرم ﷺ نے سب سے کم ترین یہ بتائی کہ تمہیں آپس میں لڑا کر۔ ایک دوسرے کی گردنیں کٹوا کر عذاب کا مزا چکھایا جائے۔ یہ عذاب ہم پر برسوں سے مسلط ہے لیکن ہم وہ بے حس قوم ہیں جو اللہ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اپنوں کی لاشیں گنتے پھرتے ہیں اتنے پٹھان، اتنے سندھی، اتنے اردو بولنے والے، اتنے پنجابی، اتنے بلوچ مارے گئے،۔ جن کے دن رات اللہ کا کلام پڑھنے پڑھانے پر صرف ہوتے ہیں وہ بھی اسی گنتی میں لگے ہوئے ہیں۔ اتنے شیعہ اور اتنے سنی مارے گئے۔ دوسری علامت آسمانوں سے عذاب نازل کرنے کی ہے۔ سیلاب آئے ہم نے سوچا تک نہیں کہ کیوں آئے۔ تیسری علامت پاؤں کے نیچے سے عذاب جب زمین تھرتھراتی ہے یہ وہ مقام ہوتا ہے جب لوگ ڈھلوان میں گرتی بس کی طرح کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے گھروں سے باہر بھاگتے ہیں۔ جائے پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ کیا ہمیں سنبھلنے کے لئے اس علامت کا انتظار ہے!۔

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

فضائل و مسائل ، اعتکاف ، شب قدر، عید الفطر

حافظ شہزاد احمد (گوجرانوالہ)

اعتکاف : شریعت مطہرہ میں اعتکاف کے معنی مرد کا ایسی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا ہے۔ جس کا امام وموذن مقرر ہو، یعنی اس مسجد میں پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہو اور عورت کا اپنے گھر میں مخصوص جگہ پر اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المسجدo

ترجمہ! اور تم اپنی عورتوں سے نہ ملو جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معتکف گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اسکو تمام ان اچھے کاموں کا جو وہ اعتکاف کی وجہ سے نہیں کرسکتا ایسے ہی بدلہ دیا جائے گا جیسا کہ نیکی کرنے والے کو دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں

1۔ **واجب اعتکاف** یہ نذر ماننے کا اعتکاف ہے، اس کے ساتھ روزہ رکھنا لازم ہے۔

2۔ **اعتکاف سنت** یہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف ہوتا ہے۔ یہ سنت موکدہ الکفایہ ہے۔ یعنی محلّہ کی کسی مسجد میں ایک دو آدمی اعتکاف کریں تو پورے محلے کی طرف سے ذمہ داری ادا ہو جاتی ہے۔ اگر پورے محلے میں کسی نے بھی اعتکاف نہیں کیا۔ تو پورے محلّہ پر گناہ ہوگا اس کے لئے روزہ رکھنا بھی لازم ہے۔

3۔ **اعتکاف مستحب** مندرجہ بالا دو قسموں کے علاوہ جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب ہوتا ہے۔ اس کیلئے روزہ رکھنا شرط نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ حضورﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو وفات دے دی۔ اس کے بعد آپﷺ کی ازواج مطہرات نے یہ معمول جاری رکھا۔ (بخاری ومسلم)

مسنون اعتکاف کا آغاز 20 رمضان المبارک کو غروب آفتاب کے وقت شروع ہوجاتا ہے اور شوال کا چاند نظر آنے پر ختم ہوجاتا ہے۔

معتکف کیلئے مستحب اعمال

1۔ لایعنی باتوں سے اپنے آپ کو بچائے۔ اور صرف اچھی بات ہی کرے۔

2۔ قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کرے۔

3۔ نفلی نمازوں کی حتی الامکان پابندی کرے۔

4۔ حضورﷺ کی سیرت طیبہ حضرات انبیاء کرام کے حالات او رسلف صالحین کے حالات وملفوظات کا مطالعہ کرے۔

5۔ درود شریف اور استغفار کی کثرت کرے۔

6۔ شب قدر کی پانچ راتوں میں بیدار رہے اور عبادات میں مشغول رہے۔

7۔ شب قدر کی راتوں میں یہ دُعا پڑھے۔ **اللھم انک تحب العفو فاعف عنی** (اے اللہ آپ معاف کرنے والے ہیں۔ معافی کو پسند کرتے ہیں پس مجھے بھی معاف کردیں)

8۔ سب سے بڑی اور اہم بات کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔
علامہ ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کی روح دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کرلینا ہے۔ معتکف کو چاہیے کہ اپنے تمام خیالات و توجہات کو یکسو کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں سما جائے۔

وہ امور جو اعتکاف میں جائز ہیں

1۔ پیشاب اور قضائے حاجت کیلئے مسجد سے باہر جانا۔
2۔ غسل جنابت کے لئے مسجد سے باہر جانا۔
3۔ اگر کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو معتکف کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔لیکن اگر کھانا لانے والا ہو تو مسجد ہی میں کھانا ضروری ہے۔
4۔ جمعہ کی نماز کیلئے مسجد سے باہر جانا۔
5۔ اگر کوئی شخص طبعی ضرورت یعنی قضائے حاجت کیلئے یا شرعی ضرورت یعنی جمعہ کی نماز کیلئے نکلا۔اور اِسی دوران اس نے کسی مریض کی عیادت کی یا نماز جنازہ میں شریک ہو گیا تو کوئی حرج نہیں۔
6۔ اذان دینے کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔
7۔ حالت اعتکاف میں کوئی دینی یا طبعی مشورہ کرنا۔نکاح کرنا،سونا جائز ہے۔

وہ امور جو اعتکاف میں ناجائز ہیں

1۔ حالت اعتکاف میں جنسی لذت حاصل کرنا۔
2۔ حالت اعتکاف میں کسی دنیوی کام میں مشغول ہونا۔
3۔ حالت اعتکاف میں بالکل خاموش بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔اِس لئے ذکر و فکر اور تلاوت میں مشغول رہنا چاہیے۔
4۔ مسجد میں خرید و فروخت کرنا لڑنا جھگڑنا،غیبت وغیرہ کرنا۔
5۔ کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر جانا طبعی یا شرعی ضرورت کیلئے مسجد سے باہر جانا اور پھر باہر ہی ٹھہر جانا۔اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

شب قدر کا بیان

رمضان کی مقدس راتوں میں ایک رات ہے جو لیلۃ القدر کہلاتی ہے۔ جو حضورﷺ کی اُمت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم عنایت اور نعمت ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لیلۃ القدر خیر من الف شھرo

لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

شب قدر کے معنی ہیں عظمت و شرف والی رات ہے۔ یعنی یہ رات باقی تمام راتوں سے افضل ہے اور ہزار مہینوں میں تقریباً تراسی برس چار ماہ بنتے ہیں۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ نبی کریمﷺ نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت ذکریا علیہ السلام، حضرت حزقیل علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام اسی اسی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے۔ اس پر صحابہ کرامؓ کو حیرت ہوئی۔ پھر جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی (مظاہر حق جدید، جلد 2، صفحہ نمبر 79)

ایک حدیث کا مفہوم ہے۔ حضرت انسؓ اس کے راوی ہیں۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا وہ ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا۔ اِس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقتاً ہی محروم ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ۔

حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

(مشکوٰۃ، بخاری)

علماء کے نزدیک آخری عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے اور 29 ویں رات یا 30 ویں رات کو ختم ہوتا ہے، شب قدر کو 29, 27, 25, 23, 21 ویں رات کو تلاش کرنا چاہیے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دُعا مانگوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہو۔

اللهم انك عفو تحب العفوفاعف عنى (ترمذی، مشکوٰۃ)

ترجمہ! اے اللہ تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ پس مجھے بھی معاف فرمادے۔

حضور ﷺ نے فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

1۔ لوگوں کی عبادت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی ظاہر کرنے پر۔
2۔ گناہوں پر اپنے غصہ اور غضب کے ظاہر کرنے پر۔
3۔ وسطیٰ نمازوں کو دوسری نمازوں سے۔
4۔ اپنے دوستوں کو عام لوگوں کی نظروں سے۔
5۔ رمضان کے مہینے میں شب قدر کو (غنیۃ الطالبین)

احادیث میں شب قدر کی کچھ علامات بتائی گئی ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ شب قدر کی رات کی صبح کو جب سورج نکلتا ہے۔ تو چودھویں رات کے چاند کی طرح بغیر کرنوں کے اور عام دنوں سے کسی قدر کم ہوتا ہے۔ (عینی شرح بخاری)
2۔ یہ رات کھلی ہوئی روشن ہوتی ہے (مسند احمد)
3۔ اس رات نہ زیادہ ٹھنڈ ہوتی ہے نہ گرمی۔ (ابن کثیر)
4۔ اس رات میں آسمان سے تارے ٹوٹ کر اِدھر اُدھر نہیں جاتے۔ (ابن کثیر)
5۔ اِس رات ہر چیز زمین پر جھک کر سجدہ کرتی ہے۔ پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔

صدقہ فطر

مسلمانوں پر جس سال روزے فرض ہوئے۔ اُسی سال حضورﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ صدقہ فطر بھی ادا کریں۔ کیونکہ خدا کی فرض کی ہوئی عبادتوں کو بندہ تمام آداب وشرائط کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام تو کرتا ہے مگر پھر بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر بہت سی کوتاہیاں ہوجاتی ہیں۔ ان کی تلافی کیلئے شریعت مطہرہ نے مسلمانوں پر صدقہ فطر واجب کیا ہے۔ اس سے ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں کی تلافی بھی ہوگی اور غریب مسلمان فراخی اور اطمینان کے ساتھ اپنے کھانے پینے اور پہننے کی چیزیں بھی فراہم کرکے تمام مسلمانوں کے ساتھ عید کی نماز میں شریک ہوسکیں گے۔

صدقہ فطر کے احکام

(1) جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہو یا نہ ہو، لیکن ضروری حاجات سے زائد اتنی قیمت کا مال واسباب ہو جتنی قیمت پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ یعنی ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کا مال واسباب ہو تو اس پر عیدالفطر کے دن صدقہ فطر دینا واجب ہے۔

(2) بہتر یہ ہے کہ صدقہ فطر عید کی نماز سے پہلے ادا کردیا جائے۔ تاکہ غریب مسلمانوں مالداروں کے ساتھ عید کی نماز میں شریک ہوسکیں۔ مگر ادائیگی میں تاخیر ہوجائے تو صدقہ فطر ساقط نہ ہوگا بلکہ بعد میں ادا کردینا چاہئے۔

(3) صدقہ فطر صبح صادق کے وقت واجب ہوتا ہے۔ اس لئے صبح صادق سے پہلے جو بچہ پیدا ہو یا فقیر مالدار ہوجائے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا۔ جو مسلمان صبح صادق کے بعد فوت ہو جائے یا مالدار فقیر ہوجائے تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہوگا۔

(4) جو شخص صبح صادق سے پہلے فوت ہوجائے تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا اس طرح جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہو تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا۔

(5) جو لوگ کسی آدمی کے زیر کفالت ہوں یعنی بیوی، نا بالغ اولاد، بالغ اولاد، والدین، بہن بھائی، یا کوئی اور شخص۔ تو اِن سب کی طرف سے صدقۃ فطرادا کرنا واجب ہے۔

(6) ماں کے ذمہ بچوں کا فطرانہ واجب نہیں۔ چاہے وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

(7) اگر عورت کے پاس زیور ہے جو اس کے والد کی طرف سے دیا گیا ہے۔ یا خاوند نے اس کو زیور کا مالک بنا دیا ہے تو عورت پر اپنی طرف سے صدقۃ فطر واجب ہے۔

(8) جو آدمی عذر یا بلا عذر روزے نہ رکھے۔ تو اس پر بھی اپنی طرف سے اور اپنے زیر کفالت لوگوں کی طرف سے صدقۃ فطر ادا کرنا واجب ہو گا۔

(9) اگر کسی آدمی کی اولاد مالدار ہو تو باپ کا صدقۃ فطر اولاد کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔

(10) صدقۃ فطر کے مستحق وہی لوگ ہوتے ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوتے ہیں۔

(11) ایک شخص کا صدقۃ فطر زیادہ لوگوں کو دینا جائز ہے۔ اسی طرح زیادہ لوگوں کا صدقۃ فطر ایک شخص کو دینا جائز ہے۔

صدقۃ فطر کی مقدار: صدقۃ فطر کی مقدار چار اجناس گندم، جو، کھجور اور کشمش کے وزن کے حساب سے ادا کیا جاتا ہے۔ اگر گندم سے ادا کرنا ہے تو نصف صاع یعنی پونے دو کلو۔ اور اگر باقی اجناس سے ادا کرنا ہو تو ایک صاع یعنی ساڑھے تین کلو کی قیمت کے حساب سے ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہمارے ہاں آٹے کی قیمت کے حساب سے صدقۃ فطر ادا کیا جاتا ہے۔ اِس لئے احتیاطً 2 کلو آٹے کی موجودہ قیمت فی آدمی کے لحاظ سے صدقۃ فطر ادا کریں۔

عید الفطر: دینِ اسلام نے سال میں عید کیلئے دو دن مقرر کئے ہیں۔ ایک عید الفطر، دوسرا عید الاضحیٰ۔ عید الفطر رمضان المبارک مکمل ہونے پر خوشی اور مسرت کے طور پر منائی جاتی ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اس عید کو عبادت کے طور پر مقرر فرمایا ہے اور اس میں خوشی کے اظہار کا طریقہ بھی عبادت کی صورت میں ہی مقرر فرمایا ہے۔

1۔ عیدالفطر کی شب کو عبادت کرنا مستحب اور دن میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

2۔ عیدالفطر کے دن نماز کی دو رکعتوں کا بطور شکریہ کے ادا کرنا واجب ہے۔

3۔ اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن ہوں تو عید اور جمعہ کی نمازیں الگ الگ پڑھی جائیں گیں۔

4۔ جن علاقوں میں جمعہ کی نماز فرض نہیں ہوتی تو وہاں عید کی نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔

عیدالفطر کی سنتیں اور مستحبات

1۔ غسل کرنا۔ 2۔ حسب توفیق عمدہ کپڑے پہننا۔

3۔ خوشبو لگانا۔ 4۔ صبح بہت جلد اُٹھنا۔

5۔ مسواک کرنا۔ 6۔ عید کی نماز میں جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا۔

7۔ عید کی نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا۔

8۔ نماز کیلئے ایک راستے سے جانا دوسرے راستے سے واپس آنا۔

9۔ نماز کیلئے جاتے ہوئے یہ الفاظ آہستہ آہستہ پڑھنا۔

اللہ اکبر ، اللہ اکبر لا اِلہ الا اللہ واللہ اکبر ، اللہ اکبر ، وللہ الحمد۔

10۔ نماز کیلئے پیدل جانا۔

مولا مرضی یا من مرضی

(محمد فیصل خان توحیدی۔ ملتان)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو صاحبِ اختیار اور قوتِ عمل ودیعت کر کے اس کرۂ ارض پر بھیجا اور اسکو اچھائی اور برائی کی پہچان عطا فرمائی۔ انسان کے اندر یہ صلاحیت رکھی کہ وہ صحیح اور غلط کی تمیز کر سکے یہ صلاحیت اس وقت بیدار ہوتی ہے جب انسان کو شعوری ایمان حاصل ہوتا ہے جو کثرت ذکر الٰہی سے پیدا ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اس کو فرقان عطا فرماتا ہے یعنی "قوتِ فارقہ" یعنی حق و باطل میں فرق کرنے کی بصیرت۔ اللہ تعالیٰ نے مزید احسان فرمایا کہ انسانوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے پیغمبر مبعوث فرمائے جو ہر زمانے کے لحاظ سے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے۔

آخر میں حضورﷺ تشریف لائے اور اس سلسلہ نبوت و رسالت کو تمام کر دیا گیا۔ آپﷺ کی تمام زندگی کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو آپﷺ سراپا اطاعت تھے۔ آپ ہر وقت اللہ کی رضا کی خاطر قوتِ عمل سے سرشار تھے، انسانیت کو سیدھا راستہ دکھاتے رہے خواہ کتنی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ آپﷺ نے فرمایا "جتنا میں اللہ کی راہ میں ستایا گیا ہوں اور کوئی نہیں ستایا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ کا پیغام عام ہو جائے، آپ کا پیغام بلکہ سب انبیاء کا ایک ہی پیغام تھا کہ اللہ کو دل و جان سے مانا جائے اور اسکی اطاعت کی جائے۔ اسکی اطاعت میں ہی دنیا اور آخرت کی حقیقی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اب جب کہ خدا کا پیغام عام ہو چکا۔ درست اور غلط امتوں کا تعین ہو چکا۔ اور انسان کو قوتِ اختیار مل چکی جس پر اسکی جوابدہی اور محاسبہ کیا جائیگا اور دونوں صورتوں میں جزاء یا سزا اس کا مقدر ہوگی۔ انسان کو چاہیے کہ من مرضی، من چاہی زندگی کی بجائے مولا مرضی کی زندگی بسر کی جائے دین و دنیا میں کامیابی فوز و فلاح اور اطمینان والی زندگی حاصل ہو سکے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اَلمجادلہ) (سن رکھو کہ اللہ کا لشکر ہی فلاح پانے والا ہے۔)

آج کا سب سے بڑا مسئلہ دل کا سکون اور اطمینان کا فقدان ہے حالانکہ آج کے انسان کو راحت اور آسائش کے وہ وسائل حاصل ہیں جن کا ہمارے آباؤ اجداد نے کبھی تصوّر بھی نہیں کیا ہوگا۔ان تمام نعمتوں کے ہوتے ہوئے بہت سی پریشانیاں ہیں۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دلوں سے اللہ کی محبت کے چراغ گُل ہو چکے ہیں اور اس کی جگہ حرص و ہوس نے لے لی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان بے عملی کا شکار ہو کر پستیوں کی دلدل میں گر گیا۔علامہ اقبالؒ نے اس زبوں حالی کا تذکرہ اس شعر میں فرمایا ہے:

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

سوچنا چاہیے کہ زندگی کے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دیں جو اسوہ کامل کی صورت میں موجود ہے۔یہی واحد طریقہ ہے جس سے ہم اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔من مرضی کو مولا مرضی کے تابع کر دیں تا کہ بندے کی اللہ سے فریکوئنسی (Frequency) میچ (Match) ہو جائے۔قرآن پاک میں ارشاد ہوا کہ

اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔جب یہ ہو جائے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا پھر کوئی دُکھ دکھ نہ رہے گا۔بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے فرمایا کہ شریعت کے راستے پر چلنا تو گویا Royal Road پر چلنا ہے۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد صدیق ڈار صاحب کی بات کہ خدا کو تو مانتے ہو، خدا کی بھی مانو۔اللہ کی ماننے کے بھی مدارج ہیں۔جس نے جتنا مانا اس کا درجہ اتنا بلند ہوا۔اصل بات تو یہ ہے کہ بندہ اللہ کی اطاعت اور محبت میں زندگی گزارے اور اسکی محبت میں ہی مر جائے۔وہ فرشتے جنہوں نے آدم کو سجدہ کیا تھا آپ کا استقبال کریں نہ کہ گرز لے کر کھڑے ہوں۔جنتیں آپ کی منتظر ہوں اور سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا اور اسکا دیدار مقدر بنے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(ازضربِ کلیم)علامہ محمد اقبالؒ (انتخاب:شہزادمحمود)

خودی کا سرِ نہاں لَا اِلٰـــــهَ اِلَّا اللّٰـــــهُ
خودی ہے تیغ،فساں لَا اِلٰـــــهَ اِلَّا اللّٰـــــهُ

خودی (اپنی ذات کی معرفت) کا بھید کلمہ توحید لاالہ الااللہ میں چھپا ہوا ہے۔توحید کے بغیر نہ اس کی سمجھ آ سکتی ہے اور نہ یہ حاصل ہوسکتی ہے۔خودی ایک تلوار (تیغ) ہے تو لا الہ الااللہ (توحید) فساں ہے یعنی اس تلوار کو تیز کرنے والی سان ہے۔اس سان کے بغیر تلوار کند رہتی ہے۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں،لَا اِلٰـــــهَ اِلَّا اللّٰـــــهُ

عہد حاضر نمرود کے زمانے کی طرح توحید کو چھوڑ کر بت پرستی کی طرف مائل ہو چکا ہے۔یہ ضروری نہیں کہ وہ بت پتھر کے ہوں بلکہ انسان نے غیر اللہ کے بت اپنے دل میں تراش رکھے ہوئے ہیں۔کفر،شرک،مادہ پرستی،خدا گریزی اور اس دور کی بے شمار برائیاں بت ہی تو ہیں علامہ کہتے ہیں جس طرح نمرود کے زمانے میں حضرت ابراہیم نے بت پرستی کے سارے تصورات ختم کر دیئے تھے اسی طرح آج بھی ضرورت ہے کہ اس جہان کو جو بت کدہ بن چکا ہے کوئی ابراہیم کی طرح کا شخص آئے اور آ کر توڑے اور توحید قائم کرے۔

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں، لَا اِلٰــــہَ اِلَّا الــلّٰــــہُ

علامہ یہاں مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تجھے تو توحید کا علم بردار ہونا چاہیے تھا اور دنیا کی متاع کو اس کے آگے ہیچ سمجھنا چاہیے تھا لیکن معاملہ اس سے الٹ ہے۔ مسلمان تو نے دارلآخرت کا خیال چھوڑ کر دارالدنیا کو اپنا لیا ہے۔ یہ توحید کے منافی ہے۔ توحید تو یہ ہے کہ خدا اور خدا طلبی کے مقابلے میں ہر چیز کو چھوڑ دیا جائے۔ لیکن تو نے دنیا کے نفع اور نقصان کو پیشِ نظر رکھا ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا فریب ہے جس کو لاالٰہ الااللہ (توحید) کی ضرب سے توڑا جا سکتا ہے۔

یہ مال و دولت و دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں، لَا اِلٰــــہَ اِلَّا الــلّٰــــہُ

اے مسلمان! دنیا کا مال و دولت اور دنیا کے جملہ رشتے چاہے وہ عزیز داری کے ہوں یا تعلقات کے، وہم و گماں کے بتوں کی طرح ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ یقین کی دولت اور یقین کے رشتوں کا تعلق توحید سے ہے۔ توحید ہے تو یہ سب رشتے بھی ہیں ورنہ یہ توحید کے راستے کے بت ہیں۔ اگر دنیا کی دولت اور دنیا کے رشتوں کے لئے زندگی گزاری جائے اور آخرت کو بھلا دیا جائے تو یہ توحید کے منافی ہے۔

خرد ہوئی ہے زمان و مکان کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں، لَا اِلٰــــہَ اِلَّا الــلّٰــــہُ

عقلِ انسانی تو زمان و مکان (دنیا اور اس کے لوازمات) کی پجاری ہے اور اس کے جنیو (ہندووٗانہ دھاگہ) پہن کر غیر اسلامی اقدامات کر رہی ہے۔ حالانکہ ہمیں یہ حقیقت سمجھ لینا چاہیے کہ زمان اور مکان عارضی ہیں۔ فنا ہو جانے والے ہیں۔

اصل حیات اور اصل حاصل کرنے والی دولت عاقبت اور آخرت کی ہے ۔ دنیا کو حاصل کرنا اور آخرت کو بھول جانا ۔ اے مسلمان یہ دانش مندی نہیں ۔ ایمان تو یہ ہے کہ دنیا کو آخرت کے تابع کر کے بسر کیا جائے ۔ یہی توحید کا سبق ہے ۔ ایسی صورت میں دنیا بھی دین بن جاتی ہے ۔

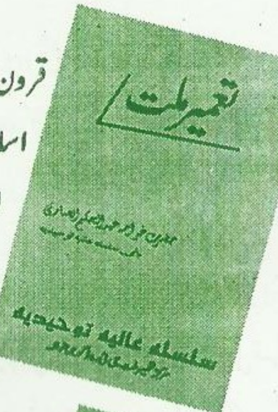
یہ نغمہ فصل و گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں، لَا اِلٰـــــہَ اِلَّا اللّٰـــــہُ

توحید محدود نہیں ۔ یہ نہیں کہ خوش حالی ہو تو توحید اور بد حالی ہو تو شرک اختیار کر لیا جائے ۔ کوئی فصل (موسم) ہو یہ نغمہ (توحید) ہر دو صورتوں میں قائم رہنا چاہیے ۔ چاہے گلاب کے اور لالہ کے پھولوں کا موسم ہو یعنی بہار اور چاہے خزاں کا موسم ۔ توحید ہر حالت میں قائم رہنی چاہیے ۔ مراد یہ ہے کہ اے مسلمان چاہے دنیاوی طور پر تیرا عروج ہو زوال ہو لا الہ الا اللہ کی روح سے اپنے جسم کو خالی نہیں کرنا چاہیے ۔ خوش حالی اور بد حالی دونوں صورتوں میں یہی تیرا علاج ہے ۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں، لَا اِلٰـــــہَ اِلَّا اللّٰـــــہُ

جماعت سے مراد یہاں مسلمان قوم ہے ۔ علامہ کہتے ہیں کہ اگرچہ فی زمانہ مسلمان قوم نے اپنی آستینوں میں بت چھپا رکھے ہیں ۔ یعنی مسلمان توحید کو چھوڑ کر غیر خدا کی طرف مائل ہو چکے ہیں اور دنیاوی نفع و نقصان کو آخرت کے نفع و نقصان پر ترجیح دے رہے ہیں لیکن مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہے یا مجھ میں اللہ نے یہ استعداد پیدا کی ہے کہ میں اس حالت میں بھی قوم کے سامنے اللہ اکبر کی آواز لگاؤں اور بتاؤں کہ اللہ اکبر ہے باقی جو کچھ تم اپنائے ہوئے ہو یا اپنانا چاہتے ہو سب کچھ اصغر ہے ۔ توحید کو مضبوطی سے پکڑ لو ۔ یہی تمہاری فلاح دارین کا راستہ ہے ۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔

سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔

زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔

تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کیئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔

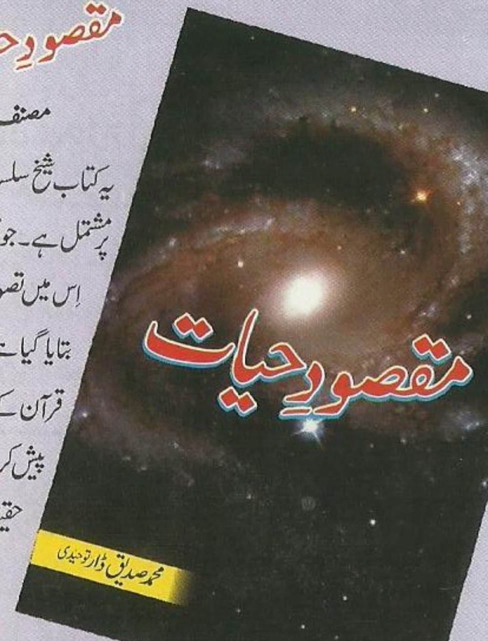
حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقا اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

مقصودِ حیات

مصنف: محمد صدیق ڈار توحیدی (شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

یہ کتاب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کے سالانہ خطبات پر مشتمل ہے۔ جو انہوں نے سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے۔ اِس میں تصوف کی تعلیمات کو قرآن کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ تصوف اسلام اور قرآن سے باہر کی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ عین قرآن کے احکامات کا نام ہے اور قرآن جس طرح کے بندہ مومن کی تصویر پیش کرتا ہے وہ بلاشبہ ایک سچے صوفی کا ہی روپ ہے۔ قرآن پاک کے حقیقی پیغام کو آسان پیرائے میں سمجھنے کیلئے یہ کتاب سالکانِ راہ حق کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔



فرموداتِ فقیر

مرتب: میاں علی رضا

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ، خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور آپکے دوست اور محسن رسالدار محمد حنیف خاںؒ کی سوانح حیات کیساتھ اِس کتاب میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی مجالس کا تذکرہ اور اپنے مریدوں کو مختلف اوقات میں لکھے ہوئے خطوط شامل کیے گئے ہیں۔

قبلہ حضرت کی مجالس میں بیان کیے گئے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت سبق آموز اور راہ سلوک کے مسافروں کے علاوہ عام قارئین کیلئے بھی یکساں دلچسپی کا باعث ہیں۔ آپکے لکھے ہوئے جوابی خطوط میں بھائیوں کیلئے دینی و دنیاوی اور روحانی مشکلات کے حل کا سامان موجود ہے۔ نہ صرف اِن کیلئے جن کو یہ خطوط لکھے گئے بلکہ اب بھی ہر پڑھنے والے کیلئے فائدے کا سبب ہیں۔

